امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72 | مورخہ ۱۳ر جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۷ر جنوری ۲۰۲۲ء روز سوموار | شمارہ نمبر 03

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، کتابوں کی دنیا
■ ہندوستان کے مسلم بادشاہوں کی رواداری
■ ماضی میں مدرسے کی نصابی روایت
■ تین نفسیاتی قوتوں کا ٹکراؤ
■ دھرم سنسد میں اشتعال انگیزی اور حکومت کی خاموشی
■ غیر منقوط لکھنے والے چند شعراء وادباء
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

بدمزاجی - انسانی رشتوں کے لیے زہر قاتل

امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کی صلاحیت بہت اچھی ہو، لیکن مزاج صحیح نہیں ہو تو لوگ آپ سے دور بھاگنے لگیں گے، بالکل اسی طرح جس طرح گہمن سانپ کے لعل کے حصول کا خواہشمند ہر آدمی ہوتا ہے، لیکن اس کی جو پھُنکار ہوتی ہے اس سے ڈر کر آدمی اس کے قریب نہیں جاتا، اسی طرح با صلاحیت انسان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی خواہش ہوتی ہے، لیکن اس کی بدمزاجی، بے قابو زبان اور بداخلاقی کی وجہ سے انسان اس سے دوری بنائے رکھنے میں عافیت سمجھتا ہے، تاکہ وہ عزت نفس کے ساتھ جی سکے، جو لوگ بدمزاجوں سے قربت رکھتے ہیں، وہ کبھی بھی ذلیل ہو سکتے ہیں اور ان میں بے غیرتی کے جراثیم تیزی سے پروان چڑھنے لگتے ہیں۔

نفسیات کی زبان میں ایسے لوگوں کو ''ٹیکسک رویہ'' کا انسان کہا جاتا ہے، اس رویہ میں صرف بُرے تجربات ہی شامل نہیں ہوتے، کچھ ایسے معاملات بھی ہوتے ہیں، جنہیں آپ معمولی سمجھ کر گزر جاتے ہیں، لیکن وہ آپ کے دل کے نہاں خانوں میں جگہ بنا لیتے ہیں، تحت الشعور میں دبی یہ چنگاریاں مایوسی اور تناؤ کی شکل میں باہر آکر دوسروں کو رسوا کرنے کا کام کرتی ہیں، اس لیے ایسے لوگوں کی شناخت کر کے انہیں اپنی زندگی سے نکال دینے میں ہی عافیت ہے۔

اگر آپ ایسے لوگوں کو اپنی زندگی کا حصہ بناتے رہے تو اس کا بُرا اثر آپ کی خود اعتمادی پر پڑتا ہے، اگر آپ کسی بات کو سچ سمجھتے ہیں تو اسے سچ کہنے کا حوصلہ جٹائیے، ہمیشہ خاموش رہ جانا مسئلہ کا حل نہیں ہوتا، کئی بار اہم معاملات پر اپنی رائے رکھنی بھی ضروری ہوتی ہے۔

جیسا کہ معلوم ہے بدمزاجی ایک رویہ ہے، رویہ انسانی شخصیت کا بیان ہوتا ہے، برطانیہ کے سابق وزیر اعظم سرونسٹ چرچل (۱۹۶۵-۱۹۷۴) کے مطابق رویہ ایک معمولی سی چیز ہے، لیکن انسانی شخصیت میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ رویہ کا انحصار بڑی حد تک انسان کے اپنے طرز فکر پر ہوتا ہے، اگر وہ تکبر اور ترفع کا شکار ہے، ''انا'' کا اسیر ہے تو اس کے بدمزاج ہونے کے امکانات زیادہ ہیں، ایسے لوگ اپنے رویہ پر قابو پانے میں ناکام ہوتے ہیں، وہ اگر زبان سے کچھ نہ بولیں تو ان کے چہرے بولنے لگتے ہیں، ان کی بدمزاجی کے آثار ان کے چہرے سے ظاہر ہونے لگتے ہیں، ایسے لوگوں پر جذباتی تاثر فوری طور پر غالب آجاتا ہے، ان کی شخصیت کی سب سے بڑی کمزوری ان کی انفعالیت ہوتی ہے، ایسا شخص اخلاق عادات کے اعتبار سے مضبوط نہیں ہوتا، اپنا فائدہ نظر آئے تو کچھ بھی کر گذرتا ہے، انفعالیت دربار خداوندی میں تو اچھی چیز ہے، لیکن بندوں کی بارگاہ میں یہ شخصیت کی کمزوری کو نمایاں کرتا ہے۔

بدمزاجی ایک منفی رویہ ہے، اس رویہ کا عادی شخص دوسرے کے کاموں میں خامیاں نکالنے اور تنقید کر کے نفسیاتی تسکین حاصل کرتا ہے۔ بدمزاج آدمی کا رویہ دھمکی آمیز بھی ہو سکتا ہے، وہ آپ کو نقصان پہونچانے کے درپے بھی ہو سکتا ہے، اس کے باوجود یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بدمزاجی فطرت نہیں ہے، جسے بدلا نہ جا سکے، یہ ایک چال چلن ہے، جسے مثبت رویہ اور صحیح سوچ کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے، اپنی سوچ کو مثبت اور غیر ضروری اندیشوں کے خول سے باہر لائیے، دوسروں کا اکرام واحترام کیجئے، ان کی باتوں کو غور سے سنئے اور جو درست ہوں ان کو اہمیت دیجیے اور اس پر عمل کیجئے، بدمزاجی ختم ہو جائے گی، لیکن اگر کوئی شخص ہٹلر اور مسولنی کی طرح ڈِکٹیٹر بن کر بدمزاجی ختم کرنا چاہے تو یہ ناممکن العمل ہے، اس کا علاج صرف رویوں میں تبدیلی ہے۔ رویے مثبت ہوں گے تو بدمزاجی ختم ہوگی، منفی ہوں گے تو تبدیلی کبھی نہیں آئے گی، رویوں کی تبدیلی کا یہ کام بدمزاج شخص خود بھی کر سکتا ہے اور خارجی دباؤ سے بھی بدمزاجی ختم ہو سکتی ہے، یہ خارجی دباؤ کئی قسم کے ہو سکتے ہیں، جن کا انتخاب حالات اور ماحول کے اعتبار سے کیا جا سکتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ بدمزاج شخص کے اندر سے تکبر کو نکالنے کی کوشش کی جائے، اللہ کی بڑائی کا استحضار اذان واقامت کے کلمات کا جواب بھی اللہ کی بڑائی کے تصور کو ذہن نشیں کرنے میں بہت معاون ہوتا ہے، بدمزاج شخص کے ذہن میں اگر یہ بات بٹھادی جائے کہ تم بڑے نہیں ہو، اللہ بڑا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ عہدے مناصب کی بلندی پر پہونچنے کے باوجود تم سب محتاج ہو، بے نیاز ذات صرف اللہ کی ہے تو بدمزاجی دور ہو جائے گی، اور لوگ بدمزاج کی بدمزاجی سے محفوظ ہو جائیں گے۔

انفرادی زندگی سے الگ ہو کر اگر ہم اجتماعی تنظیموں اور اداروں کی بات کریں اور اس پر کوئی بدمزاج شخص کا تسلط ہو تو اس کی بدمزاجی کے اثرات اجتماعی نظام پر پڑتے ہیں، اور اداروں کو نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، شریعت نے اسی وجہ سے اجتماعی کاموں میں خصوصیت کے ساتھ مشورے پر زور دیا ہے، وَشَاوِرْهُم فِي الأمْر، وَأمْرُهُم شُوْرَى بَيْنَهُم'' کا حکم اسی نقصان سے بچنے کے لیے ہے، اس پر جس قدر مضبوطی سے عمل ہوگا فرد کی اصلاح بھی ہوگی اور اجتماعی تقاضوں پر بھی عمل کیا جا سکے گا۔

بدمزاج شخص کے دل میں سختی ہوتی ہے، اس کا دل اسی کے سامنے نرم ہوتا ہے جس سے اس کا کوئی مفاد وابستہ ہو یا اسے نقصان کا خطرہ ہو یعنی ''جلب منفعت'' اور ''دفع مضرت'' اس کی زندگی کا نصب العین ہو جاتا ہے، وہ اگر کسی کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے تو نفع کا حصول مدنظر ہوتا ہے یا نقصان سے بچنا، اس کے علاوہ وہ دوسروں کو اپنی بدمزاجی سے محروم کرتا رہتا ہے، ایسے بدمزاج شخص کا اکرام کوئی دل سے نہیں کرتا؛ بلکہ اس کی مضرت رسانی کے خوف اور ڈر سے کرتا ہے، اسی کو حدیث میں يُكْرَمُ الرجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب معاملہ یہاں تک پہونچ جائے تو حدیث میں مسلسل اور متواتر مصائب کے نزول کی بات کہی گئی ہے، بالکل اسی طرح جس طرح دھاگہ ٹوٹ جانے سے تسبیح کے دانے مسلسل گرنے لگتے ہیں۔

بدمزاج لوگوں کے ساتھ خود بدمزاج بن جانا صحیح نہیں ہے، اس سے آپ کی سوچ منفی بنتی ہے اور یہ آپ کے لیے پریشانی کا باعث ہوا کرتی ہے، ان حالات میں قرآنی ہدایات ''ادفع بالتی ھی احسن'' یعنی خوش اسلوبی سے معاملات کو ٹالنے کی ہے، ایسے لوگوں کو معاف کر دینا یا انہیں محبت کے ذریعہ قریب کرنا بھی ایک حل ہے، بعض لوگوں کی رائے ہے کہ اگر آپ کے اندر قوت برداشت ہے تو صبر بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بدمزاج شخص کے لیے دوا کا نہیں مرض بڑھانے کا سبب بن سکتا ہے۔

ماہر نفسیات نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ بدمزاجی کی بڑی وجہ دوسروں پر غالب آنے کی بے جا ہوس ہوتی ہے، بدمزاج آدمی اپنی زوردار آواز اور بُرا بھلا کہہ کر دوسروں کو مغلوب کرنا چاہتا ہے، عام طور پر سامنے والا چوں کہ بدمزاج نہیں ہوتا؛ اس لیے وہ خاموش رہ جاتا ہے، جس سے بدمزاج انسان کا حوصلہ بڑھتا ہے، وہ اپنی منوانے پر مصر ہوتا ہے۔ آپ ایسے لوگوں کی بات مانتے مانتے اپنی شخصیت کھو دیتے ہیں، آپ کی فکر اور سوچ بھی کہیں گم ہو جاتی ہے، اور آپ کا شمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے؛ جس کی کوئی اپنی فکر نہیں ہوتی۔ آپ کی خاموشی کو لوگ آپ کی بزدلی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

اپنی شخصیت کی حفاظت کے لیے دباؤ کے اس ماحول سے نکلنا بھی ضروری ہے، ورنہ آپ دوسروں کی دیکھا دیکھی اور دباؤ میں بہت سارے غلط، صحیح فیصلے لینے اور قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے، ایسے موقع سے ضروری ہے کہ آپ جذبات میں نہ آئیں، پرسکون رہیں، کبھی کبھی ہنسی مذاق میں ٹال سکتے ہوں تو ٹال دیجئے، اپنی بات کھل کر رکھیے اور اپنے طرز عمل سے بتا دیجئے کہ عزت نفس میرے پاس بھی ہے اور مجھے اس کی حفاظت کرنی اچھی طرح آتی ہے۔

بدمزاجی بداخلاقی کا ایک حصہ ہے، اور بداخلاقی شریعت میں انتہائی مذموم ہے۔ بدمزاجی کبھی تو خود پرستی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور کبھی دوسروں کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے، ایک اور وجہ اپنے مقصد اور منصوبوں میں ناکامی ہوا کرتی ہے، آپ نے اپنا ایک ہدف بنا رکھا ہے، اس ہدف تک پہونچنے میں اگر آپ ناکام ہو جاتے ہیں، یا اس میں تاخیر ہو رہی ہے تو آپ کے اندر بدمزاجی پیدا ہو جاتی ہے، بدمزاج آدمی کے پاس سر تو ہوتا ہے لیکن اس میں غور وفکر کرنے والا دماغ کمزور پڑ جاتا ہے، ایسے میں بدمزاج آدمی اندر ہی اندر جلتا رہتا ہے، سلگتا رہتا ہے، اس جلنے اور سلگنے کا نقصان دوسروں کو تو پہونچتا ہی ہے خود اس کی اپنی ذات کو بھی پہونچ جاتا ہے، ماچس کی تیلی کو آپ نے دیکھا ہے اس کے پاس سر ہوتا ہے، دماغ نہیں ہوتا اس لیے ذرا سی رگڑ سے جل اٹھتا ہے اور اپنے جسم کو خاکستر کر دیتا ہے، بدمزاج آدمی کا دیر سویر یہی حال ہوتا ہے۔

بدمزاجی اپنے ساتھ بہت سارے منفی رویوں کو بھی ساتھ لاتی ہے، بدمزاجی کی وجہ سے حسد، جلن، بغض وعداوت، چغل خوری وغیرہ انسانی زندگی میں گھر کر لیتے ہیں، یہ رویہ انسانی رشتوں کے لیے زہر قاتل ہوتا ہے۔ اس کا علاج اپنے رویے میں تبدیلی ہے، جب تک رویوں میں تبدیلی نہیں آئے گی، بدمزاجی ختم نہیں ہوگی۔

اچھی باتیں

''بھروسہ خود پر کریں تو مضبوط بنیں گے اور دوسروں پر کریں تو کمزور ہو جائیں گے ☆ لوگوں کے پیچھے بھاگنے والا دیر سویر ذلیل ہوتا ہے اور اللہ کے پیچھے بھاگنے والا ذلت ورسوائی سے بچ جاتا ہے ☆ سکون چاہتے ہو تو مکانوں پر نہیں، انسانوں پر خرچ کرو ☆ ہم فجر کے لیے نہیں جاگ سکتے، لیکن فجر تک جاگ سکتے ہیں ☆ بہترین انسان عمل سے پہچانا جاتا ہے ورنہ اچھی باتیں دیواروں پر بھی لکھی ہوتی ہیں ☆ اچھے دن کے انتظار میں ساری عمر گزر جاتی ہے اور پھر پتہ چلتا ہے کہ جو گزر گیے وہی دن اچھے تھے۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''دو برسوں سے تمام مرکزی یونیورسیٹیاں بند ہیں، صوبائی ادارے اور اسکول کالج بھی تقریباً بند ہی ہیں، لیکن لاکھوں کی انتخابی ریلیاں جاری ہیں، چار پانچ ریاستوں میں انتخابات ہو چکے ہیں، اور ابھی پانچ ریاستوں میں انتخاب کا بگل بج گیا ہے، وزیر اعظم اور دوسرے لیڈران لاکھوں کی ریلیاں کر رہے ہیں، بھیڑ اتنی کہ جسم سے جسم چھل رہے ہیں، مگر یہ ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لاکھوں کی انتخابی ریلی سے یہ وبا دور رہتی ہے۔'' (انقلاب ۹ر جنوری ۲۰۲۲)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ــــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خود احتسابی کی ضرورت

’’اور تم کو جس بات کی تحقیق نہ ہو، اس کے پیچھے نہ پڑ جاؤ، یقیناً کان، آنکھ اور دل، انسان سے ان سب کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی‘‘ (بنی اسرائیل، آیت:۳۶)

مطلب: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی سے متعلق چند بنیادی ہدایتیں دی ہیں، جن کی سماجی زندگی میں بڑی اہمیت ہے، انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان فضول اور لایعنی باتوں کے کرنے سے گریز کرے اور جس بات کی اس کو تحقیق نہ ہو اس کے پیچھے ہرگز نہ پڑے، جب تک کوئی بات غالب گمان کے درجہ میں نہ آجائے، کیونکہ قیامت کے دن انسان سے اس کے کان، آنکھ اور دل کے بارے میں سوال ہوگا۔

یاد رکھئے کہ: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے، کسی شخص کو علم و فضل اور کمال و ہنر کی نعمت عطا کی، کسی کو عقل و شعور کی دولت بخشی اور کسی کو دنیاوی سیادت و قیادت کی نعمت عطا کی، یہ سب نعمتیں قدرت کا عطیہ ہیں، اس کا شکر یہ ہے کہ ان صلاحیتوں سے وہ کام لے جو منعم حقیقی کو پسند اور مطلوب ہو، خیر و بھلائی اور نیکی کو پھیلانے اور بڑھانے میں صرف ہو، اللہ نے سننے کے لئے کان اور چلنے پھرنے کے لئے دو پیر دیئے، پکڑنے کے لئے دو ہاتھ دیئے اور بولنے کے لئے زبان کے اندر قوت گویائی عطا کی، بظاہر ان اعضاء کو اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے عطا کیں، اب انسان کا فرض ہے کہ اللہ کی بخشی ہوئی ان تمام نعمتوں کو حق کی اطاعت کیلئے استعمال کرے اور ان راہوں سے پوری طرح بچا جائے جو غلط ہیں، اگر ہم نے اس کو یونہی چھوڑ دیا کہ جس پر چاہا ہاتھ صاف کر دیا، جو دل میں آیا ہے بے دھڑک بول دیا، جو چاہا چھوڑا اور جو چاہا کھایا یہ جانوروں کی صفت تو ہو سکتی ہے عقل و شعور رکھنے والے انسان کے لئے نہ مناسب ہے اور نہ ہی مفید، ایسے لوگ دنیا میں ذلیل و خوار تو ہوں گے ہی، قیامت کے دن بھی انہیں اپنے کرتوتوں کا حساب دینا ہوگا، ہم آج جو کچھ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہے وہ ہماری نیتوں سے خوب واقف ہے، وہاں ہر چیز کا ہمیں حساب دینا ہوگا، انسان کی آنکھ، کان، دل، سب کے سب اللہ کے نزدیک مسئول ہیں، ہمارے لئے ہزار بار سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہم خود کو کہاں اور کس طرح استعمال کر رہے ہیں اور ہمارا یہ استعمال شکر کے خانے میں ہے یا ناشکری کے، اگر ہم نے اللہ کی دی ہوئی ان نعمتوں پر شکر بجالایا تو اللہ کا وعدہ ہے کہ ہم تم کو نعمتوں میں اضافہ کریں گے اور اگر ناشکری کی تو پھر گرفت سخت ہوگی: ’’لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ‘‘ اس لئے ہر مومن بندہ کو اللہ کی نعمتوں پر شکر بجالانا چاہئے جس کا تقاضا ہے کہ خلق خدا کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کرنی چاہئے اور ہر ایسا عمل جو اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر ہو کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے اور حسن عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

مریضوں کے ساتھ حسن سلوک

’’حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بیماروں کو کھانے پر مجبور نہ کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو کھلاتے ہیں اور پلاتے ہیں‘‘ (ترمذی شریف، ابواب الطب)

وضاحت: بیماریاں انسانی صحت پر حد درجہ اثر انداز ہوتی ہیں، بیمار کے جسم کی ظاہری ہیئت، چہرے پر نقاہت اور پاؤں میں لڑکھڑاہٹ تو طاری رہتی ہی ہے، نفسیاتی طور پر بھی مریضوں میں چڑچڑاپن اور حدت پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے جسم کو صحت مند رکھنے کے لئے ذہنی نقطۂ نظر کا بھی اعتدال قائم رہنا چاہئے جہاں تک ممکن ہو افسردگی اور مایوسی سے بچئے اور اپنے ذہن و فکر کو پرکیف بنانے کی کوشش کیجئے، تاکہ آپ نفسیاتی دباؤ کے شکار نہ ہوں، بہت سے مریض مختلف مزاج اور طبیعت کے ہوتے ہیں بسا اوقات ان کے قویٰ اور معدے ثقیل غذاؤں کے متحمل نہیں ہوتے اس لئے ان کے اندر کھانے پینے کی رغبت کم ہو جاتی ہے، بھوک و پیاس کا فقدان ہو جاتا ہے، ادھر گھر والے انہیں پریشان کرتے ہیں کہ اگر یہ نہیں کھائے گا تو اور بھی کمزور ہو جائے گا، اس لئے ان کے کھانے پر دباؤ بناتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ اچھی صحت کے لئے متوازن غذائیں مفید ہوتی ہیں، لیکن اس سلسلہ میں مزاج کا لحاظ اور مریض کی طبیعت انشراح کو سامنے رکھنا چاہئے، اسلئے حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ اگر بیمار آدمی کو کھانے پینے کی رغبت نہ ہو تو اس کو زبردستی کھانے پر آمادہ نہ کرو اور نہ ہی اس پر دباؤ بناؤ، کیونکہ جن مریضوں میں کھانے پینے کی رغبت کم رہتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے اندر صبر و برداشت کی قوت ودیعت فرما دیتے ہیں، جن کے سہارے وہ زندگی گذارتا ہے، اس کی وجہ اطباء یہ بیان کرتے ہیں کہ وہی خوراک جزو بدن بنتی ہے، جس کی طبیعت کو رغبت ہو جس کے کھانے کی رغبت نہ ہو وہ کھانا جزو بدن نہیں بنتا، بلکہ وہ الٹا کمزوری کا سبب بنتا ہے، اس سے مرض میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے تاوقتیکہ طبیعت اعتدال و توازن پر نہ آجائے اور از خود رغبت پیدا نہ ہو جائے بیمار کو کھانے پر مجبور کرنا بے سود ہے، البتہ اس کا علاج و معالجہ کرانا چاہئے تاکہ اس کے اندر کھانے پینے کی رغبت پیدا ہو جائے اور جب رغبت پیدا ہو جائے تو سادہ اور زود ہضم غذائیں کھلائیں، تاکہ مریض کے معدے میں گرانی نہ پیدا ہو ورنہ وہ غذا بجائے قوت کے بدن میں کمزوری پیدا کرتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں اس کی نالیاں ہیں، اگر معدہ صحیح ہو تو رگیں صحت پر رہتی ہیں، معدہ فاسد ہو جائے تو رگیں بھی بیمار ہو جاتی ہیں، یہ حفظان صحت کا ایک عام اصول ہے، اس لئے اسلام نے انسانی زندگی کے اس پہلو کو بڑی اہمیت دی اور اس کی نسبت بڑی تفصیلی ہدایات دی ہیں، تاہم اگر مریضوں کے لئے ماہر اطباء نے کسی خاص کھانے کے استعمال پر زور دیا تو ایسی صورت میں مریض کی ذہنی و نفسیاتی کیفیت کا لحاظ و خیال کرتے ہوئے کھلائیں اور انہیں اطمینان دلانے کی کوشش کریں کہ یہ کھانا غذا نہیں دوا ہے، جس سے صحتیابی ہوگی، مگر اس میں بھی مریض پر بہت زیادہ دباؤ نہ بنائیں بلکہ ان کے انشراح قلب کا انتظار کریں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

جھنڈے کو سلامی دینا:

س: پرچم کشائی کے وقت پیشانی پر ہاتھ رکھ کر جھنڈے کو سلامی دینا درست ہے یا نہیں؟

ج: کسی بھی ملک کا جھنڈا اس ملک کی عزت و عظمت اور سربلندی کا نشان ہوتا ہے، جھنڈے کو اسی نظریہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس کا احترام کیا جاتا ہے، اسے مذہبی رنگ اور عبادت کے پہلو سے دیکھا نہیں جاتا اور نہ ہی اس لحاظ سے اس کی تعظیم کی جاتی ہے، ہمارے ملک بھارت کا پرچم بھی اس ملک کی عظمت و شان کا نشان ہے، جس کے قانونی اعتبار سے کچھ آداب اور ضابطے ہیں، جن کا خیال رکھنا ضروری ہے، پرچم کشائی کے وقت شرکاء کا کھڑے رہنا، جھنڈے کو ہاتھ کے اشارے سے سلامی دینا اور اس کے بعد قومی گیت پڑھنا قانونی طور پر اس کے آداب میں سے ہے، جس کی خلاف ورزی بعض دفعہ باعث پریشانی ہوتی ہے؛ چونکہ پرچم کشائی کے وقت جھنڈے کی سلامی کا مذکورہ طریقہ اس کے آداب کا حصہ سمجھ کر بطور رسم ادا کیا جاتا ہے، اسے دین اور عبادت کا حصہ سمجھ کر انجام نہیں دیا جاتا، اس لئے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے فقط

قومی ترانہ جن گن من...... پڑھنا

س: پرچم کشائی کے بعد قومی ترانہ جن گن من...... پڑھا جاتا ہے، بہت سارے اسکول و کالج میں مسلم طلبہ بھی پڑھتے ہیں بلکہ یوپی کے مدارس میں تو وہاں کی حکومت نے لازم قرار دیا ہے اور نہ پڑھنے کی صورت میں قانونی کارروائی یا بلاوجہ پریشان کئے جانے کا شدید اندیشہ ہے ایسی صورت میں کیا مسلمانوں کیلئے اس کا پڑھنا جائز ہے؟

ج: ترانہ جن گن من...... رابندر ناتھ ٹیگور کا ہے جسے ۲۴؍جنوری ۱۹۵۰ء کو بھارت کی قانون ساز کمیٹی نے سرکاری طور پر منظوری دی اور یہ بھارت کا قومی ترانہ قرار پایا، یہ ترانہ کسی ایک قوم کا خاص شعار نہیں، بلکہ سیکولر ملک اور دھرم نرپیکچھ راشٹریہ کا ترانہ ہے، جس وقت اس ترانہ کو منظوری ملی اس وقت سیکولر ذہنیت کے لوگوں نے یقیناً اس پہلو سے بھی غور کیا ہوگا کہ اس میں ایسا کچھ نہ ہو جس سے کسی کے مذہب کو ٹھیس پہونچے اور کسی کا عقیدہ مجروح ہو؛ چنانچہ اس نظم میں غور کرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ نظم محتمل المعنیین ہے، ہر مذہب والا اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق اس کو ڈھال کر پڑھ سکتا ہے، اور مسلمان بھی اسے پڑھ سکتا ہے؛ کیونکہ بعض محققین کی تحقیق کے مطابق ٹیگور کو خدا کی ذات پر یقین تھا اور اس نے یہ نظم اسی کے حمد و ثناء میں ترتیب دی؛ چنانچہ نظم کے الفاظ اور معنیٰ میں اس بات کی پوری گنجائش موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں ؎

جن گن من ادھی نایک جَی ہے	بھارت بھاگیہ وِدھاتا
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا	دراوڑ اُتکل بنگ
وندھیہ ہماچل یمونا گنگا	اُچھل جلدھی ترنگ
تو شُبھ نامے جاگے	تو شُبھ آشش مانگے
گاہے تو جَی گاتھا	جن گن منگل دایک جَی ہے
بھارت بھاگیہ وِدھاتا	جَی ہے، جَی ہے، جَی ہے

جَی جَی جَی جَی ہے

ترجمہ: اے نوع انسانی کے قلوب کے مالک حقیقی! تیری تعریف ہے، اے بھارت کی تقدیر بنانے والے! پنجاب، سندھ، گجرات، مراٹھا، دراوڑ، اتکل، بنگال، وندھیاچل اور ہماچل پردیش کے تمام لوگ، گنگا، جمنا، اور اچھلتے لہراتے سمندر تیرا ہی نام لے کر بیدار ہوتے ہیں، اور تجھ سے نیک دعائیں مانگتے ہیں، پھر تیرے ہی غلبہ کی داستان بیان کرتے ہیں، اے لوگوں کی آرزوؤں کی تکمیل کرنے والے! اے بھارت کی تقدیر بنانے والے تیری تعریف ہے، تعریف ہے----

لہٰذا! اس ترانے کو اس نظریہ سے پڑھا جائے کہ اس میں اس عظیم ہستی کی تعریف کی گئی ہے جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے، جس کے قبضہ قدرت میں ملکوں کی تقدیر ہے، جس کی قدرت کا مظاہرہ دریاؤں میں، سمندروں میں، پہاڑوں میں، مشرق و مغرب، شمال و جنوب اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں ہے، جس کا ہر جگہ نام لیا جاتا ہے، اس کی تعریفیں کی جاتی ہیں اور اسی سے کامیابی و کامرانی کی دعائیں مانگی جاتی ہیں تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے،

اب رہا یہ سوال کہ ’’جے‘‘ کو اللہ کے لئے استعمال کرنا صحیح نہیں معلوم ہوتا؛ کیونکہ اس لفظ کو مشرکین دیوی دیوتاؤں کیلئے استعمال کرتے ہیں، یہ تشبہ بالکفار ہے جو ممنوع ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ’’جے‘‘ کا معنیٰ بنیادی طور پر تعریف کرنا ہے جیسا کہ گوگل ڈکشنری میں اس کا معنیٰ لکھا ہے۔

t; 'kûn ds fgUnh ea dbZ vFkZ gSa I jkrq e[; vFkZ gksrk gS fdlh dh ç'kalk djuk

تو جب ’’جے‘‘ کا مفہوم بنیادی طور پر تعریف کرنا ہے تو شرعی نقطۂ نظر سے ذات باری تعالیٰ پر اس کے اطلاق میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی، جس طرح عبادت کے مفہوم کو ہندی میں پوجا کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ذات باری کی عبادت کو ہندی میں اگر پوجا سے تعبیر کیا جائے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

رہ گیا تشبہ بالکفار تو تشبہ وہی ممنوع ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ ان کا خاص شعار ہو یا فی نفسہ اس میں شرعاً کوئی حرج ہو اور مذکورہ ترانہ کسی قوم کا خاص شعار بھی نہیں اور نہ ہی مسلمان، مشرکین کی مشابہت اختیار کرنے کیلئے پڑھتا ہے بلکہ وہ ملک کا ترانہ ہونے کی حیثیت سے ایک رسم کے طور پر اور کسی فتنہ میں پڑنے کے خوف اور اندیشہ سے پڑھتا ہے، لہٰذا یہاں تشبہ بالکفار کا پہلو بھی نہیں۔

ان التشبه بهم لايكره في كل شيء بل في المذموم وفيما يقصد به التشبه (الدر المختار)

قوله: (لان التشبه بهم لايكره في كل شيء) فانا ناكل ونشرب كما يفعلون... فقد اشار الى ان صورة المشابهة فيما تعلق به صلاح العبد لايضر‘‘ (رد المختار: ۲/۳۸۴، مطلب في التشبه باهل الكتابة)----فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیه بهار اڑیسه وجهار کهنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 03 مورخہ ۱۳ر جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۷ر جنوری ۲۰۲۲ء روز سوموار

وزیر اعظم کی سیکوریٹی

ہندوستان میں جن چند لوگوں کے تحفظ کے لیے حکومت فکر مند ہوتی ہے، ان میں ایک ملک کا وزیر اعظم ہے، تحفظ میں کوتاہی کے نتیجے میں ملک نے ۱۹۸۴ء میں اندرا گاندھی ۱۹۹۱ء میں راجیو گاندھی کو کھو دیا ان کے علاوہ ناتھو رام گوڈسے کے ذریعہ ۱۹۴۸ء میں مہاتما گاندھی، ۱۹۶۵ء میں پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ پرتاپ سنگھ کیرو، ۱۹۷۵ء میں وزیر ریل للت نرائن مشرا اور ۱۹۹۵ء میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ بے انت سنگھ کا قتل اسی حفاظتی حصار کے کمزور ہونے کا نتیجہ تھا، ان حادثات سے سبق لے کر وزیر اعظم کے تحفظ کے لیے پورے حفاظتی گروپ کی تشکیل کی گئی ہے جسے ایس، پی، جی یعنی اسپیشل پروٹیکشن گروپ کہا جاتا ہے، یہ امریکی سکریٹ سروس کے طرز پر تربیت یافتہ اور جدید ہتھیاروں سے مسلح ہوتے ہیں، یہ گروپ ۱۹۸۸ء میں بنایا گیا تھا، اس گروپ کا سالانہ بجٹ تین سو چھہتر کروڑ روپے ہے، یہ ملک کا سب سے مہنگا اور مضبوط تحفظ کا نظام ہے۔

وزیر اعظم جب کسی دورے پر جاتے ہیں تو ایس، پی جی کے ساتھ اے ایس ایل (ایڈوانس سیکوریٹی لیزن) ریاستی پولیس اور مقامی انتظامیہ بھی ایس پی جی کے معاون کے طور پر کام کرتی ہے، اور اسے ضروری مشورے دیتی ہے، اس طرح وزیر اعظم کے چاروں طرف چہار سطحی حفاظتی حصار ہوتا ہے؛ البتہ آخری فیصلہ ایس پی جی کا ہی ہوتا ہے۔

۲۰۲۰ء میں مرکزی وزیر مملکت برائے امور داخلہ نے پارلیامنٹ میں اٹھائے گئے ایک سوال کے تحریری جواب میں بتایا تھا کہ وزیر اعظم کی سیکوریٹی پر روزانہ ایک کروڑ باسٹھ لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں، اتنے سارے اخراجات اور اتنے سخت تحفظ کے نظام کے باوجود وزیر اعظم کی سیکوریٹی میں اس قدر خامی رہ گئی کہ انہیں اپنا فیروز پور پنجاب کا دورہ ملتوی کر کے دہلی لوٹ جانا پڑا، یہ انتہائی حساس اور سنگین مسئلہ ہے، جس کا جواب پورا ملک جاننا چاہتا ہے۔

اس سے قبل ۲ر فروری ۲۰۱۹ء کو اشوک نگر مغربی بنگال، ۲۶ر مئی ۲۰۱۸ء شانتی نکیتن، ۲۵ر دسمبر ۲۰۱۷ء نوئیڈا اتر پردیش، ۱۷ر نومبر ۲۰۱۴ء وانکھیڈے اسٹیڈیم ممبئی میں وزیر اعظم کی سیکوریٹی میں خامیاں سامنے آئی تھیں، جس میں کئی بار انجانا شخص ان کے قریب پہونچ گیا تھا، ایک بار ان کا قافلہ بھی مہامایا فلائی اوور کی ٹریفک میں پھنس گیا تھا، گو یہ توقف صرف دو منٹ کا تھا۔ خود وزیر اعظم نریندر مودی نے بھی کئی موقعوں پر اس حصار کو توڑنے کا کام کیا ہے، باخبر ذرائع کے مطابق وشوناتھ کوریڈور کے افتتاح کے موقع سے بنارس پہونچنے میں کئی بار انہوں نے سیکوریٹی نظام کی ان دیکھی کی، غیر ملکی مہمانوں کے استقبال کے موقع سے بھی ان کا رویہ پروٹوکول کے خلاف رہا ہے، ۲۰۱۹ء میں سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ محمد سلمان کے دہلی پہونچنے پر ان سے گلے مل کر سیکوریٹی پروٹوکول کو انہوں نے خود سے توڑ دیا تھا۔

اسی طرح موسم کی خرابی کی وجہ سے فیروز پور جلسہ گاہ تک ان کا نہ پہونچنا بھی کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے، ۲۰۱۶ء میں وہ بہرائچ کی ریلی میں موسم خراب ہونے کی وجہ سے نہیں پہونچ پائے تھے، ۵ر اکتوبر ۲۰۱۴ء کو ناسک مہاراشٹر، ۲۹ر جون ۲۰۱۵ء کو وارانسی، فروری ۲۰۱۹ء میں رودر پور اترا کھنڈ کی ریلیوں میں خراب موسم کی وجہ سے وزیر اعظم کا جانا نہیں ہو سکا تھا، لیکن انہوں نے فون پر خطاب کیا تھا اور پروگرام میں نہ آنے کی وجہ بھی بتا دی تھی، پھر فیروز پور ریلی کو انہوں نے بذریعہ فون خطاب کیوں نہیں کیا؟

یہ اور اس قسم کے بہت سارے سوالات لوگوں کے ذہن میں اٹھ رہے ہیں، موسم خراب ہونے کی وجہ سے ہیلی کاپٹر کے بجائے سڑک راستہ سے فیروز پور جانے کا فیصلہ وزیر اعظم کا اپنا ہو سکتا ہے، لیکن سیکوریٹی پر نگاہ رکھنا ایس پی جی کی ذمہ داری تھی، مقامی پولیس کو اس میں تعاون کرنا تھا، اس معاملہ میں ایس جی پی اس قدر طاقتور ہے کہ وہ سیکوریٹی کا حوالہ دے کر وزیر اعظم کے سفر کو ملتوی کرا سکتا ہے اور ہوا بھی کچھ ایسا ہی، لیکن ایس جی پی کو فیصلہ کرنے میں بیس (۲۰) منٹ لگ گئے اور وزیر اعظم کی گاڑی بیس (۲۰) منٹ تک ہائی وے پر کھڑی رہی، اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہی ہے کہ جب موسم سازگار نہیں تھا تو ایک سو پچیس کلومیٹر کا فاصلہ بذریعہ سڑک طے کرنے کا فیصلہ ہی درست نہیں تھا، کیوں کہ اتنے طویل راستہ کو اتنی جلدی سینا ٹائز کرنا ممکن نہیں تھا، پھر جب فیصلہ کر ہی لیا گیا تھا تو ہماری خفیہ ایجنسیاں کیا کر رہی تھیں کہ انہیں صحیح صورت حال کا علم بیس منٹ بعد ہو سکا۔

ہائی وے پر رکاوٹوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کسان اندولن پر بیٹھے ہوئے تھے، یہ اچانک سڑکوں پر کس طرح آ گئے، باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ کسان احتجاج کے لیے فیروز پور جا رہے تھے، پولیس نے وہاں جانے سے روکا تو وہ وہیں کے وہیں سڑک پر بیٹھ گیے، اس لیے سڑک جام ہو گیا، اگر ایسا ہے اور پولیس والوں کو معلوم تھا کہ اس راستہ سے وزیر اعظم کا قافلہ گذرنا ہے تو اسے سڑک سے ہٹا کر دور بیٹھانا چاہیے تھا؛ تاکہ راستہ صاف رہے، اور وزیر اعظم کا قافلہ بحفاظت وہاں سے گذر جائے، بدقسمتی سے ایسا نہیں ہو سکا، وزیر اعظم کی سیکوریٹی کو یقینی نہیں بنایا جا سکا، اور وہ دہلی لوٹ گئے۔

جہاں تک فون سے وزیر اعظم کے خطاب کا معاملہ ہے اس کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ کرسیاں خالی تھیں، وزیر اعظم کس سے خطاب کرتے، لوٹنے میں حفاظتی نظام کے ساتھ اس بات کا بھی بڑا دخل رہا ہو تو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

وجوہات کیا تھیں، اس پر ریاستی اور مرکزی حکومت دونوں نے جانچ کمیٹی تشکیل دی ہے، سپریم کورٹ نے سبکدوش جج کے ذریعہ اس کی تحقیق کا حکم دیا ہے، اس معاملات سے متعلق حرکات وسکنات کے تمام دستاویز کو محفوظ رکھنے کو کہا گیا ہے، پنجاب سرکار نے ریاستی اور مقامی پولیس ذمہ داروں پر کاروائی بھی کی ہے، ان میں سے کئی معطل کیے جا چکے ہیں۔ ایجنسیوں کی رپورٹ یقیناً الگ الگ ہی آئے گی، ریاستی سرکار کی رپورٹ میں سیکوریٹی ایجنسیوں کو مورد الزام گردانا جائے گا، اور مرکزی رپورٹ میں پنجاب سرکار کو، ایک امید سپریم کورٹ کے سبکدوش جج سے ہے کہ وہ شاید حقیقت کا پردہ فاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں، بشرطیکہ وہ کسی دباؤ کے بغیر آزادانہ اور منصفانہ جانچ پر قادر ہوں۔

وزیر اعظم کی سیکوریٹی کا معاملہ واقعتاً بہت اہم ہے اور جو لوگ قصوروار ہیں ان کو سخت سزا ملنی چاہیے، لیکن جس طرح اس واقعہ پر سیاست ہو رہی ہے اور میڈیا ٹرائل کیا جا رہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پنجاب کے ساتھ پانچ ریاستوں میں انتخاب کی تاریخ کا اعلان کر دیا گیا ہے، کانگریس اور بی جے پی دونوں اس واقعے کے حوالہ سے ووٹ کے حصول کی کوشش کرنے میں لگ گئی ہے، سیاست اسی کا نام ہے یہاں تو کفن کو بھی ووٹ کے لیے استعمال کر لیا جاتا ہے، یہ تو وزیر اعظم کی سیکوریٹی کا معاملہ ہے۔

عورتوں کے خلاف جرائم

ہندوستان میں مرکزی حکومت کا ایک نعرہ بیٹی بچاؤ بیٹی پڑھاؤ کا بھی ہے، ہندو مذہب میں تو عورتوں کو دیوی سمجھا جاتا ہے بلکہ جتنی مورتیوں کی پوجا ہوتی ہے ان میں اکثر و بیشتر خواتین کے روپ میں ہی ہوتی ہیں، اس کے باوجود، اس ملک میں عورتوں کے خلاف جرائم کا گراف دن بدن بڑھتا جا رہا ہے، بلی بائی اور سلی ڈیلس جیسے واقعات بھی جرائم کی فہرست میں آتے ہیں، اور جن پر قانونی دارو گیر کا آغاز ہو چکا ہے، لیکن بہت سارے واقعات و معاملات میں انتہائی سست روی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے عورتوں کے خلاف مظالم اور جرائم کا سلسلہ دراز ہوتا جا رہا ہے۔

نیشنل کرائم رکارڈس بیورو نے اس سلسلے کے جو اعداد و شمار فراہم کیے ہیں، اس کے مطابق ۲۰۱۱ء میں عورتوں کے خلاف جرائم کی ۲۲۸۶۵۰ر رپورٹیں درج کرائی گئی، ۲۰۱۲ء میں اس میں ۶،۴ر فی صد کا اضافہ درج کیا گیا۔ ۲۰۱۵ء میں ۳۰۰۰۰۰، ۲۰۲۰ء میں ۳۷۱۵۰۱، واقعات کا سرکاری سطح پر اندراج ہو سکا، حالانکہ ۲۰۲۰ء میں لاک ڈاؤن کی وجہ سے عورتوں کا باہر نکلنا بہت کم ہو گیا تھا۔

ریاستی اعتبار سے خواتین کے خلاف جرائم کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ملکی سطح پر مجموعی خواتین کی تعداد میں سے صرف ۷،۵ر فی صد مغربی بنگال میں رہتی ہیں، لیکن مغربی بنگال میں خواتین کے خلاف جرائم ۱۲،۷ فی صد ہوئے، آندھرا پردیش میں عورتوں کی مجموعی تعداد ۷،۳ر فیصد ہے، لیکن وہاں ۱۱،۵ر فی صد عورتیں مجرموں کے ہتھے چڑھیں، اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ خواتین کے خلاف جرائم اتر پردیش میں ۴۹۳۸۵، مغربی بنگال میں ۳۶۴۳۹، راجستھان میں ۳۴۵۳۵، مہاراشٹر میں ۳۱۹۵۴، مدھیہ پردیش میں ۲۵۶۴۰ ہوئے اور خواتین کو اس کا کرب جھیلنا پڑا۔

یہ اعداد و شمار حتمی اور آخری نہیں ہیں، ان سے کئی گنا زیادہ جرائم کا ارتکاب ہوا ہوگا، لیکن وہ پولیس کے یہاں درج نہیں کرائے گئے، اس لیے رکارڈ میں نہیں آ سکے، ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت نے بیٹی بچاؤ کا جو نعرہ دیا ہے، اس کے لیے ضروری اقدام کیے جائیں اور خواتین کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔ ورنہ جس طرح عورتوں کی عزت سے کھلواڑ کیا جاتا ہے، وہ اس ملک کی روایتی تہذیب کا جنازہ نکال کر رکھ دے گا، اور مغربی تہذیب سے قریب ہونے کی جو ہوا چل رہی ہے، اس میں سب کچھ خش و خاشاک کی طرح اڑ کر رہ جائے گا، عزت و آبرو بھی اور تہذیبی و ثقافتی اقدار بھی۔

مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی

مسلمان اعلیٰ تعلیم میں انتہائی پس ماندہ ہیں، ان کے یہاں اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخلے کی شرح صرف ۱۶،۶ر فیصد ہے، جینیوں میں اعلیٰ تعلیم کے لیے داخلہ لینے والوں کی شرح ۷۲ر فی صد اور ہندؤوں میں داخلہ کا مجموعی فیصد ۲۷،۸ر فی صد ہے، نیشنل سمپل سروے ۱۸-۲۰۱۷ء کے مطابق ستر فی صد مسلمان مالی دشواریوں کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم کے حصول میں پیچھے رہ جاتے ہیں، بحالی اور تقرریوں میں ہو رہی ناانصافی کا خوف بھی انہیں اعلیٰ تعلیم سے دور رکھتا ہے، ایسے میں ضروری ہے کہ اعلیٰ تعلیمی ادارے اپنی فیس میں اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کے لیے رعایتی فیس کا اعلان کریں، ہم جانتے ہیں کہ موجودہ دور میں یہ ناممکن العمل تجویز ہے، لیکن اگر یونیورسٹی کے ذمہ داران کی توجہ اس طرف ہو جائے تو چنداں بعید بھی نہیں، اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے داخلہ نہ لینے کی ایک وجہ غربت و پس ماندگی ہے، واجبی تعلیم کے بعد ہمارے طلبہ اور نوجوانوں کو معاش کے حصول کے لیے تگ و دو کرنی پڑتی ہے، اگر وہ معاشی مشغولیت سے دور رہیں تو گھر والے فاقہ کشی کے شکار ہو جائیں گے، ایسے میں ایک ضرورت یہ بھی ہے کہ مختصر نصاب کے ذریعہ ان کو تعلیم دی جائے اور ان کی دلچسپی اس مختصر نصاب میں اس قدر ہو کہ وہ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لیے پُرعزم ہوں۔

ہمارے یہاں نصاب تعلیم اس قدر طویل ہے کہ کم و بیش تیس سال تو اس نصاب کی تکمیل میں لگ جاتے ہیں، چھوٹے کاروباری لوگ اس طرح کے تعلیمی نظام سے فائدہ اٹھا پا رہے ہیں اور نہ ہی ان کے پاس اعلیٰ تعلیم کے لیے اتنا وقت ہے۔ ایسے میں اعلیٰ تعلیم سے مسلمانوں کی دوری اور پس ماندگی کو دور کرنے کی صرف یہی ایک شکل ہے، جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔

اسقاط حمل میں کمی

گذشتہ کئی سالوں سے یہ بات باعث تشویش رہی ہے کہ حمل میں لڑکی کا پتہ چلنے پر ان کا اسقاط کرا دیا جاتا تھا، جس کی وجہ سے مرد و عورت کے صنفی توازن میں غیر معمولی فرق پیدا ہو گیا تھا، مختلف ملی اور سماجی تنظیموں نے اس معاملہ کی سنگینی کو محسوس کر کے اس کے خلاف تحریک چلائی، کتابچے اور فولڈر تقسیم کیے گیے، جس کے اثرات بہار ہی نہیں ملک کی مختلف ریاستوں میں بھی دیکھنے کو مل رہے ہیں۔

قومی خاندانی صحت کے ایک سروے کے مطابق بہار میں لڑکیوں کی تعداد ایک ہزار مرد پر ایک ہزار نوے ہے، جب کہ دیگر ریاستیں آندھرا پردیش میں ۱۰۴۵، گوا میں ۱۰۲۷، تلنگانہ میں ۱۰۴۹، تامل ناڈو میں ۱۰۸۸، اتر پردیش میں ۱۰۱۷، جھارکھنڈ میں ۱۰۵۰، مغربی بنگال میں ۱۰۴۹، اڈیشہ میں ۱۰۶۳، لکشدیپ میں ۱۱۸۷، کیرالہ میں ۱۱۲۱، اور پانڈیچیری میں ۱۱۱۲ر خواتین ایک ہزار مرد کے مقابل ہیں، افسوس کی بات یہ ہے کہ اس تبدیلی کا اثر مہاراشٹرا، گجرات، مدھیہ پردیش میں نہیں پڑا ہے، وہاں اب بھی ایک ہزار مردوں کے مقابلے عورتوں کی تعداد کم ہے اور یہ صوبے اب بھی صنفی عدم توازن کے شکار ہیں۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ — مولانا رضوان احمد ندوی

حضرت مولانا ابوسلمہ شفیع احمد - دید و شنید

غالباً ۱۹۸۴ء کی بات ہے، میرا پہلی مرتبہ عارف باللہ، والد ماجد الحاج حضرت مولانا سلطان احمد صاحبؒ پرنسپل واستاذ تفسیر وحدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ چھتی ہنومان نگر، سوپول کی معیت ورفاقت میں کلکتہ کا سفر ہوا، ہم لوگ زکریا اسٹریٹ میں کسی مخلص کے مکان میں قیام پذیر تھے، ایک دن اچانک والد محترم نے فرمایا کہ چلو تم کو ایک زندہ دل ولی کامل بزرگ شخصیت سے ملاقات کرادیں، سیاحت بھی ہو جائے گی اور طبیعت بھی بہل جائے گی، اس وقت دن کے کوئی دس بج رہے تھے، ٹرام پر سوار ہوئے، اور ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد پھول بگان روڈ پر فروکش ہو گئے، چند قدم پیدل چلتے ہی ایک فرشتہ صفت بزرگ پر نظر ٹک گئی، والد ماجد تیز قدموں سے آگے بڑھے، سلام ومصافحہ کیا، اور میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت یہ میرا لڑکا ہے، مدرسہ رحمانیہ سوپول میں پڑھتا ہے، اس کے سر پر دست شفقت پھیر دیں، بزرگ شخصیت نے شفقت بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور ڈھیر ساری دعائیں دیں، وہ کسی جلسہ میں شرکت کے لئے پابہ رکاب تھے، علیک سلیک کے بعد روانہ ہو گئے، میرے دریافت کرنے پر والد صاحب نے بتایا کہ یہی حضرت مولانا ابوسلمہ شفیع احمد صاحب ہیں جن کا نام تم نے ایک عرصے سے سن رکھا ہے گویا یہ مولانا سے پہلی اور آخری ملاقات وزیارت تھی، لیکن ان چند لمحوں کی شناسائی نے دل میں زندگی بھر عقیدت ومحبت کا جذبہ ابھار دیا، ان کی جب یاد آتی ہے تو ملاقات کی وہ گھڑی نظروں میں گردش کرنے لگتی ہے، ان کا علم وفضل، زہد وتقویٰ، شرافت ومروت تواضع وانکساری اور حلیہ وبشرہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ یقین مانئے کہ وہ برصغیر ہندو پاک کے ان ممتاز علماء میں تھے جن کی پوری زندگی دین اور علم دین کی خدمت واشاعت میں گذری، قدرت نے انہیں متعدد خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا، وہ بڑے دور اندیش اور معاملہ فہم عالم دین تھے، ان کا علمی اور تحقیقی ذوق بھی بہت بلند تھا، وہ صوبہ بہار کے بہار شریف کے رہنے والے تھے، یہیں ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے، دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت پائی اور علم وحکمت کے موتی بکھیرتے ہوئے کلکتہ جا پہونچے اور مدرسہ عالیہ کلکتہ میں علم تفسیر وحدیث کی بیشتر متداول کتابیں پڑھائیں، وہیں غالباً ۱۹۷۲ء میں ادارہ ترجمہ وتالیف قائم کیا، علماء سلف کی نادر کتابوں پر تحقیقی حاشیے لکھے، پوری دیانت کے ساتھ ماخذ اور حوالہ دیا، سمندر کے سمندر کھنگالنے پر جتنے موتی ہاتھ میں آئے سب کو پرو دیا، انداز بیاں سادہ اور دلکش اختیار کیا زبان تحقیقی ہونے کے باوجود اس میں بوجھل پن کا احساس نہیں ہوتا ہے، امام بیہقی کی مشہور کتاب معرفۃ السنن والآثار کا پہلا حصہ تعلیق وتصحیح کے بعد ۱۹۴۸ء میں شائع کیا، امام قتیبہ کی کتاب المعارف سے سیرۃ الرسول کا اردو ترجمہ مفید حواشی کے ساتھ طبع کیا، اس کے علاوہ حالات حاضرہ کے پیش نظر عربی واردو زبان میں متعدد کتابیں تالیف کیں، جن سے مسلم معاشرہ کی دینی ضرورتوں کی تکمیل ہو رہی ہے، مولانا کو علم حدیث وفقہ میں غیر معمولی درک حاصل تھا، جس سے ان کی بالغ نظری اور وسیع المشربی کا اندازہ ہوتا ہے، عام لوگوں میں مولانا کی شہرت ومقبولیت خطابت کی وجہ سے تھی، وہ ایک عظیم عالم دین اور بلند پایہ خطیب تھے، ان کی تقریر عالمانہ اور پر مغز ہوا کرتی تھی، بڑے بڑے دینی جلسوں میں آپ کی شرکت سے اجلاس کا وقار اور اعتبار بڑھ جاتا تھا، وہ چونکہ ایک عملی انسان بھی تھے، اس لئے مسلمانوں کی ترقی اور خوشحالی کے لئے ہمیشہ فکر مند رہے، اس کے لئے انہوں نے بڑی جگر سوزی اور سرفروشی کے ساتھ نصف صدی تک قوم کی صلاح وفلاح کے لئے کوشش کی، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اپنی عظمت رفتہ کو پھر سے حاصل کرلے، اس کے لئے درس قرآن کے حلقے قائم کئے اور چھوٹے بڑے مذہبی لٹریچر کی اشاعت کی، مولانا ایک لانبے عرصہ تک کلکتہ کے امام عیدین تھے، جہاں سے مسلمانوں کو صحیح سمت میں زندگی گزارنے کی رہنمائی فرماتے، ان کے خطبات کلکتہ کے روزناموں میں رسالوں کی شکل میں چھپتے تھے۔ پروفیسر مسعود حسن صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ مولانا کا اصلی میدان تبلیغ وارشاد تھا، وہ ساری عمر زبان اور قلم سے اشاعت اسلام اور مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی اصلاح کا کام انجام دیتے رہے، انہوں نے شہر کے مختلف حصوں میں درس قرآن کے حلقے قائم کئے جن میں وہ خود قرآن مجید کی تعلیمات کی وضاحت کرتے اور مسلمانوں کو شریعت کے احکامات سے روشناس کراتے تھے۔ (معارف)

اللہ نے انہیں متعدد بار حج وزیارت بیت اللہ سے بھی شرفیاب کیا، غالباً آخری حج ۱۹۸۵ء میں کیا، وہیں یرقان کے عارضہ میں مبتلا ہوئے، وطن لوٹ کر آئے کلکتہ پہونچے تو حد درجہ کمزور ہو گئے، کم وبیش ۵ رماہ تک تکلیف دہ مرض میں مبتلا رہے، دوا وعلاج جاری تھا، لیکن تقدیر، تدبیر پر غالب آگئی اور ۲۲ر دسمبر ۱۹۸۶ء کو ۷۳ رسال کی عمر میں رب ذوالجلال سے جا ملے، اللہ ان کو جنت کے باغات میں سرسبز وشاداب رکھے کہ ماشاء اللہ ان کے چھوڑے ہوئے ادھورے کام اور مشن کو ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد طلحہ ندوی آگے بڑھا رہے ہیں۔ اس عرصہ میں مولانا ندوی نے کئی مفید دینی وعلمی کتابیں طبع کرائیں ان کے درس قرآن کے حلقے بھی قائم ہیں اور ملی وسماجی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا ندوی کے سایہ عاطفت کو ملت کے سروں پر دراز فرمائے اور ان کی دینی وعلمی کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے۔

کتابوں کی دنیا — مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

تذکرہ مشاہیر ادب - مشرقی مگدھ

ابوالکلام رحمانی (ولادت ۲ر اگست ۱۹۴۹ء) بن عبد الجبار ونبیہ خاتون مرحومین کی جائے پیدائش تو تکی پور شیخ پورہ ہے، لیکن اب مستقل رہائش ۳/۲۱ مومن پور کولکاتہ میں ہے، تعلیم ایم اے تک پائی ہے، مطلب ہے کہ خاصے پڑھے لکھے قلم کار ہیں، تحقیقی مقالے، ناول، افسانے، انشائیے اور مزاحیہ کالم اخبارات ورسائل میں چھپنے کے بعد کتابی شکل میں بھی محفوظ ہیں، روزنامہ آبشار کولکاتہ میں ان کا مزاحیہ کالم ”تکلف برطرف“ اور ہفتہ وار ”میرا ملک“ کولکاتہ میں ”گستاخی معاف“ کے عنوان سے جو کالم مقبول ہوتے رہے وہ در اصل انہیں کے لکھے ہوئے ہیں، جسے انہوں نے ”رحمانی“ اور ”میرا جوگن“ کے نام سے اشاعت پذیر کروائے، اردو ادب کی جو خدمت انہوں نے کی ہے اس کے لیے بہار اردو اکیڈمی، مغربی بنگال اردو اکیڈمی، ہولی برائٹ فاؤنڈیشن مٹیا برج، انجمن فکر جدید کولکاتہ وغیرہ نے انہیں انعامات واعزاز سے نوازا ہے، ان کے تحقیقی مضامین کے تین مجموعے تحریر وتذکرہ، تحقیق وتلاش اور تذکرہ مشاہیر ادب - مشرقی مگدھ ۲۰۰۷ء تا ۲۰۱۰ء منظر عام پر آ کر داد تحقیق قارئین سے وصول کر چکے ہیں، اس سلسلے کی تیسری کتاب تذکرہ مشاہیر ادب - مشرقی مگدھ ابھی میرے سامنے ہے، یہ در اصل ابوالکلام رحمانی صاحب کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جو انہوں نے پی اچ ڈی کے لیے پروفیسر ڈاکٹر عبد المنان صاحب کی نگرانی میں لکھا تھا، مقالہ بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے یونیورسٹی سے سند قبول تو نہیں پا سکا، لیکن اس بہانے ایک اچھی تحقیقی وتاریخی کتاب ہمارے سامنے آگئی۔

شیخ پورہ اور مشرقی مگدھ کا یہ ادبی منظر نامہ ابوالکلام رحمانی صاحب کے ”کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے“ سے شروع ہو کر سید عبد الرحیم کی ”منزل“ پر ٹھہرتا موضوع کتاب تک پہونچتا ہے، حصہ نثر میں اکیس (۲۱) شخصیات پر تحقیق کی روشنی ڈالی گئی ہے، شہود عالم شہود نے ابوالکلام بحیثیت انشائیہ نگار کی حیثیت سے ابوالکلام رحمانی کی انشائیہ نگاری پر ”بھولا بسرا“ کے ذیل میں جو روشنی ڈالی ہے، اسے بھی آخر میں کتاب کا حصہ بنا دیا گیا، اس طرح پوری کتاب دو سو ترسٹھ (۲۶۳) صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحہ ۲۶۴ پر ڈاکٹر شاہ تحسین احمد کی تصویر احسان شناسی کے طور پر دی گئی ہے، کیونکہ وہ ابوالکلام رحمانی کے استاذ پروفیسر شاہ مقبول احمد بچوی کے صاحب زادہ ہیں اور ان کا خصوصی عملی تعاون شامل رہا ہے، کتاب کے مندرجات سے یہ پتہ نہیں چل سکا کہ یہ تعاون تحقیق میں رہا ہے، یا اشاعت میں، اس کتاب کی ناشرہ فرخندہ عزمی کلام ہیں جو ابوالکلام رحمانی صاحب کی دختر نیک اختر ہیں، اور پیشہ معلمی سے وابستہ ہیں۔

مگدھ کا اطلاق ایک زمانہ میں پورے جنوبی بہار پر ہوا کرتا تھا، یہ علاقہ انتہائی مردم خیز رہا ہے، کیوں کہ اسی علاقہ میں دسنہ، استھانواں، ہرگاواں، گیلان، بہار شریف، اور نالندہ واقع ہے، جگر کی زبان میں کہیں تو سجدہ طلب راہ کا ہر ذرہ لگتا ہے اور جدھر سے گذر جایئے وہ کوچہ جاناں کے حدود میں معلوم ہوتا ہے۔ اس علاقہ کی کئی نامور شخصیات پر تفصیلی کام ہوا تھا، لیکن آفتاب علم وفن کے ساتھ کئی ذرات تھے، جو بعد میں ذرہ سے آفتاب بن گئے، ضرورت تھی کہ ان حضرات کے تذکرے بھی محفوظ ہو جائیں، تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے وہ مشعل راہ بن سکیں۔ ابوالکلام رحمانی کے مقدر میں اللہ رب العزت نے یہ کام رکھا تھا اور انہوں نے طویل محنت کے بعد اس کام کو مکمل کر دیا۔

یہ کتاب شیخ پورہ اور مشرقی مگدھ کے ادبی منظر نامہ کے دوسرے حصہ اور باب سوم سے شروع ہوتی ہے، اس مقالہ کا پہلا حصہ ”تذکرہ مشاہیر ادب شیخ پورہ“ کے عنوان سے ۲۰۰۵ء میں چھپی تھی، جو میری نظر سے نہیں گذری، مشرقی مگدھ کے ادبی منظر نامہ کے حوالہ سے اس علاقہ کی ادبی قدر وقیمت عصری تقاضے، عظیم آباد اسکول کے اثرات کا ذکر کر کے باب سوم کو لپیٹ دیا گیا، اس کتاب کے چوتھے باب میں شیخ پورہ اور مشرقی مگدھ کی نثر نگاری کی اہم خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

تحقیق کا عمل چیونٹی کے منہ سے دانہ دانہ جمع کرنے کا عمل ہے، اس کام میں جو پریشانی ہوتی ہے اور کرب جھیلنا پڑتا ہے اسے کچھ وہی لگ سمجھ سکتے ہیں، جنہوں نے اس وادیٔ پُر خار میں کبھی قدم رکھا ہو، اس اعتبار سے جناب ابوالکلام رحمانی صاحب کی یہ کتاب قابل قدر بھی ہے اور لائق تحسین بھی، ان کے اندر قوت اخذ بھی ہے اور طاقت عطا بھی، اور پھر سید عبد الرحیم صاحب جیسا دست راست ان کو حاصل ہے اس لیے یہ کام اور بھی وقیع ہو گیا ہے۔

تبصرہ نگار عموماً خوگر مدح ہوتا ہے، لیکن اس کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ان کمیوں اور کوتاہیوں کا بھی ذکر کر دے جو اس نے دوران مطالعہ پایا، چنانچہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ

جن ادباء وشعراء کی تاریخ ولادت ووفات تک یقینی رسائی نہیں ہو سکی ان کی زمانی تعیین بیسویں صدی کا اول نصف یا نصف ثانی لکھ کر کی گئی ہے، کئی شعراء وادباء کی تاریخ ولادت ورحلت کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، کئی میں ولادت کا ذکر ہے تو وفات غائب اور کہیں وفات کا ذکر ہے تو ولادت غائب، ایسا کم لوگوں میں ہے، لیکن ہے، تذکرہ میں تاریخ ولادت ورحلت کا ذکر نہ ہو تو مضمون کے دُم بریدہ اور ناقص ہونے کا احساس ہوتا ہے، اہل علم کے نزدیک یہ تحقیق کا نقص سمجھا جاتا ہے، اس تحقیقی کتاب میں یہ نقص کھلتا ہے، کتاب کے سرورق پر بارہ گاواں ومضافات کا نقشہ دیا گیا ہے جو معلوماتی اور گاؤں کی مکانی حیثیت کو سمجھنے مین معاون ہے، اس کتاب پر نظر ثانی وترتیب کا کام سید عبد الرحیم نے کیا ہے، ان کی محنت بھی قابل ستائش ہے۔

اصلاً کتاب کی طباعت ۲۰۱۴ء میں ہوئی، ہم تک تبصرہ کے لیے دیر میں پہونچی، کتاب ڈائمنڈ آرٹ پریس کولکاتہ سے چھپی ہے، قیمت پانچ سو روپے دو سو چونسٹھ صفحات کے لیے بہت زائد ہے، یوں بھی اردو کے قاری کی قوت خرید کم ہوتی ہے، بی ۳/۲۱ مومن پور روڈ کولکاتہ اور راجتی اپارٹمنٹ ۴۹ ڈنٹ مسن روڈ کولکاتہ ۲۳ سے حاصل کر سکتے ہیں، جن لوگوں کو علاقہ کی تاریخ، تہذیب اور ادبی خدمات کے جاننے کا شوق ہو ان کے لیے یہ کتاب بڑا علمی ذخیرہ ہے۔

Scanned with CamScanner

قسط نمبر-۲۸

حجۃ الاسلام الامام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ: بحیثیت خطیب

☆حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھار کھنڈ☆

زور شور کا وعظ

میدان مناظرہ میں: حضرت نانوتویؒ ضرورت پڑنے پر زور شور کے ساتھ ایسی تقریر بھی کرتے نظر آتے ہیں کہ مجمع حیران ششدر رہ جاتا ہے اور ہر شخص پر سکتہ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

مباحثۂ شاہجہاں پور میں جو سب سے پہلے تقریر بعد عصر ہوئی اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''مولوی صاحب نے فرمایا کہ بہت اچھا! مجھے تو سوالوں کے جواب دینے میں آج بھی عذر نہیں، آپ خود ہی ایک دوسرے پر حوالہ کرتے ہیں اور نہ کوئی وعظ کی حامی بھرتا ہے، نہ جوابوں کی۔ خیر اب سب صاحب ذرا توقف کریں، ہم نماز عصر پڑھ لیں، آج وعظ کی بھی ابتدا ہم ہی کرتے ہیں اور کل جواب بھی پہلے ہم ہی دیں گے اور جس صاحب کے جی میں آئے، وہ اعتراض کرے۔ یہ کہہ کر مولانا نماز پڑھ آئے اور کھڑے ہو کر ایسا زور شور کا وعظ کہا کہ تمام جلسہ حیران رہ گیا اور ہر شخص پر ایک سکتے کا عالم تھا۔ (مباحثہ شاہ جہانپور ص: ۲۷)

تقریر کا آغاز: اے حاضرین جلسہ! یہ کمترین بغرض خیر خواہی کچھ عرض کیا چاہتا ہے، سب صاحب بگوشِ ہوش سنیں! میری یہ گذارش بنظر خیر خواہی دنیا نہیں، بلحاظ خیر اندیشی دین اور آخرت ہے۔ غرض اصلی میری یہ کہ وہ عقائد واحکام، جن کو عقائد دینی اور احکام خداوندی سمجھتا ہوں، سب حاضرین جلسہ کو بالاجمال سناؤں اور اس لحاظ سے مجھ کو یہ وہم ہے کہ شاید حاضرانِ جلسہ میری بد افعالی اور خستہ حالی پر نظر کر کے میری گزارش پر کچھ دل نہ لگائیں اور دل میں یہ فرمائیں: ''خود را فضیحت، و دیگراں را نصیحت'' مگر اہل عقل خود جانتے ہوں گے کہ طبیب کا بد پرہیز ہونا مریض کو مضر نہیں۔ اسی طرح اگر میں خود اپنے کہنے پر عمل نہ کروں اور دوسروں کو سمجھاؤں، تو دوسروں کا کیا نقصان ہے، جو میری گزارش کو قبول نہ فرمائیں۔ (مباحثہ شاہجہاں پور: ۲۸)

بھنگی سے تشبیہ: علی ہذا القیاس منادی کرنے والے کا بھنگی ہونا حکام دنیا کے احکام قبول کرنے اور تسلیم کرنے کو مانع نہیں، اس کو کوئی نہیں دیکھتا کہ سنانے والا بھنگی ہے۔ غریب ہوں، یا امیر، عام لوگ ہوں، یا نواب، بھنگی کی زبان سے احکام بادشاہی سن کر سر نیاز خم کر دیتے ہیں۔ جب حکام دنیا کے احکام کی اطاعت میں یہ حال ہے، تو احکم الحاکمین خداوند رب العالمین کے احکام کی اطاعت میں بھی میری خستہ حالی پر نظر نہ کیجئے۔ اس سے بھی کیا کم کہ مجھ کو بھی بمنزلۂ ایک بھنگی کے سمجھئے۔ غرض مجھ کو نہ دیکھئے، اس کو دیکھئے کہ میں کس کے احکام سناتا ہوں اور کس عظمت اور شان سے مطلع کرتا ہوں۔ (مباحثہ شاہ جہانپور ص: ۲۸)

حضرت نانوتویؒ کی تقریر کے چند نمونے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ حضرتؒ کی تقریر کس قدر پر مغز اور مدلل ہوتی ہے بطلان تثلیث پر دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اسی تقریر سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مسئلۂ تثلیث جس پر مدار کار ایمانِ نصاریٰ فی زمانہ ہے، سراسر غلط ہے، وہاں تعدد کی گنجائش ہی نہیں، جو تثلیث تک نوبت پہنچے اور پھر وہ بھی اس طرح کہ باوجود تعدد حقیقی وحدت باقی رہے؛ کیوں کہ وحدت اور کثرت دونوں باہم ضد یک دیگر ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اجتماع ضدین محال ہے۔ جیسے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک آن میں ایک شئی سیاہ بھی ہو، سفید بھی ہو، گرم بھی ہو، سرد بھی ہو، یا ایک وقت میں ایک جگہ دن بھی ہو، رات بھی ہو، دوپہر بھی ہو، آدھی رات بھی ہو، ایک شخص ایک وقت میں عالم بھی ہو، جاہل بھی ہو، بیمار بھی ہو، تندرست بھی ہو، موجود بھی ہو، معدوم بھی ہو، ایسے ہی یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ ایک بھی ہو، اور تین بھی ہو، وحدت بھی حقیقی ہو، اور کثرت بھی حقیقی ہو۔ (مباحثہ شاہ جہانپور ص: ۳۴)

اسباب اطاعت کو بیان کرتے ہوئے فرتے ہیں: ''الحاصل وجوہ فرمانبرداری اور اسباب اطاعت بظاہر تین ہیں: ''امید نفع، اندیشۂ نقصان، محبت''۔ اور حقیقت میں کل دو سبب ہیں: ایک مالکیت، دوسری محبت۔ اور اس سے زیادہ تنقیح کیجئے، تو اصل سبب اطاعت محبت ہے۔ اتنا فرق ہے کہ کہیں محبت مطاع موجب اطاعت ہوتی ہے اور کہیں محبت مال و جان باعث فرمانبرداری ہو جاتی ہے، عشاق کی اطاعت اور فرمانبرداری میں خود مطاع کی محبت باعث اطاعت ہوتی ہے اور نوکر کی اطاعت میں محبت مال و جان۔ علی ہذا القیاس رعیت کی اطاعت میں محبت جان و مال موجب فرمانبرداری ہوتی ہے، مگر ہر چہ بادا باد وجہ ایک ہو، یا دو ہوں، یا تین، جو کچھ ہو، وہ خدا میں اول ہے، اوروں میں اس کے بعد؛ کیوں کہ مالکیت اور اختیار نفع و نقصان بھی ہستی اور وجود پر موقوف ہے، جہاں وجود اور ہستی کی اصل ہوگی، وہیں مالکیت اور اختیار مذکور اور جمال و محبوبیت بھی ہوں گی۔ مثل وجود مالکیت اور اختیار محبوبیت بھی اوروں میں اسی کی عطا ہوگی اور اسی کا فیض ہوگا۔ جب مخلوقات میں وجوہ مذکور سرمایۂ اطاعت ہیں، تو خداوند عالم کے حق میں یہ باتیں کیوں کر سامان اطاعت و فرمانبرداری نہ ہوں گی''۔ (مباحثہ شاہ جہانپور ص: ۳۷ تا ۳۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''چنانچہ ان کے کمال علمی پر آج اہل اسلام کے کتب مطولہ، جو خارج از تعداد ہیں، شاہد ہیں۔ ایسے علوم کوئی بتلائے تو سہی کس قوم اور کس فریق میں ہیں، جس کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ لوگوں کا یہ حال ہے، ان کے استاذ اول اور معلم اول یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہوگا۔ اور اخلاق کی یہ کیفیت کہ آپ کہیں کہ بادشاہ نہ تھے، شاہزادے نہ تھے، امیر نہ تھے، امیر زادے نہ تھے، نہ تجارت کا سامان تھا، نہ کھیتی کا بڑا اسباب تھا، نہ میراث میں کوئی چیز ہاتھ آئی، نہ بذات خود کوئی دولت کمائی۔ ایسے افلاس میں ملک عرب کے گردن کشوں، جفاکشوں، برابر کے بھائیوں کو ایسا مسخر کر لیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے، وہاں اپنا خون بہانے کو تیار ہوں۔ پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دو روز کا ولولہ تھا، آیا نکل گیا، ساری عمر اسی کیفیت سے گزاری، یہاں تک کہ گھر چھوڑا، زن و فرزند چھوڑے، مال و دولت چھوڑا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سب پر خاک ڈال، اپنوں سے آمادۂ جنگ و پیکار ہوئے، کسی کو آپ مارا، کسی کے ہاتھ سے آپ مارے گئے، یہ تسخیر اخلاق نہ تھی اور کیا تھی؟ یہ زور شمشیر کس تنخواہ سے آپ نے حاصل کیا؟ ایسے اخلاق کوئی بتلائے تو سہی۔ حضرت آدم میں تھے، یا حضرت ابراہیم میں تھے، یا حضرت موسیٰ میں تھے، یا حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) میں تھے؟

جب عقل و اخلاق کی یہ کیفیت ہو، اس پر زہد کی یہ حالت، جو آیا وہی لٹایا، نہ کھایا نہ پہنا، نہ مکان بنایا، تو پھر کون سا عاقل یہ کہہ دے گا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم تو نبی ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہ ہوں، ان کی نبوت میں کسی کو تامل ہو کہ نہ ہو، پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اہل عقل و انصاف کو تامل کی گنجائش نہیں؛ بلکہ بعد لحاظ کمالات علمی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ہر خاص و عام کو اسی طرح نظر آتے ہیں، جیسے آفتاب میں نور۔ یہ بات واجب التسلیم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے قافلہ سالار اور سب رسولوں کے سردار، اور سب میں افضل اور سب کے خاتم ہیں''۔ (مباحثہ شاہجہاں پور: ۴۲ تا ۴۳)

حکایات اہل دل

✍ مولانا رضوان احمد ندوی

تاریخ وسیر کی کتابوں میں علماء وصلحاء کے بے شمار سبق آموز واقعات بیان کئے گئے ہیں، جو امت کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لئے یہاں دو چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

احساس گناہ: مشہور معبر ابن سیرینؒ بزاز کا کام کرتے تھے اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلاموں میں تھے، ان کی سیرت میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی کے قرض کی عدم ادائیگی کی وجہ سے ان کو قید بھی بھگتنا پڑی، ابن سیرینؒ جب قید سے رہا ہوئے تو لوگوں نے مبارکباد دی، وہ بولے کہ تم مبارکباد دے رہے ہو اور خدا معلوم میرا وہ گناہ بھی معاف ہو گیا یا نہیں جس کی بناء پر میں نے یہ قید بھگتی، لوگوں نے پوچھا وہ گناہ کیا تھا بولے کہ آج سے چالیس سال پہلے ایک آدمی کو مفلس کہہ کر خطاب کیا تھا جس سے اس غریب کی دل شکنی ہوئی تھی، بس چالیس سال کے بعد وہ غربت وافلاس طاری ہو کر رہا اور ایک قرض خواہ کی رقم بروقت ادا نہ ہونے سے یہ سزا اس گناہ کی سزا بن کر سامنے آئی۔ سچ ہے ان لوگوں کے گناہ کچھ بھی نہ تھے اور احساس گناہ کس قدر تھا اور اپنا یہ حال ہے کہ گناہوں کی کثرت لیکن احساس کا نام و نشان نہیں۔

حسنِ عمل اور اس کی برکتیں: بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شہر میں ایک خوفناک درندہ اچانک جنگلوں سے نکل آیا اور آدمیوں کو چیرنے پھاڑنے لگا خدا جانے شہر کے کتنے باشندے تھے جن کو اس نے چیر کر رکھ دیا، جب تمام شہر میں خوف و ہراس پھیل گیا، دن میں سڑکیں سنسان ہو جاتیں آدمی اپنے گھر میں دہشت زدہ بیٹھے رہتے اور اس درندہ کو مارنے کی تمام تدابیر ناکام ہو گئیں تو اچانک ایک بزرگ صورت وسیرت لیکن آنکھ کے کانے ایک صاحب آئے اور کہنے لگے کہ میں اس جانور کو ہلاک کر دوں گا اس مرتبہ اگر وہ شہر میں داخل ہوا تو مجھے فوراً بتانا، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک دن وہ جانور پھر سڑک پر دیکھا گیا لوگوں نے بھاگ کر ان کو بتایا وہ آئے تو لوگوں نے حیرت سے دیکھا کہ اس خوفناک خونخوار درندہ نے ان کے مقابل آتے ہی اپنا سر ان کے قدموں پر رکھ دیا، بزرگ نے بغیر کسی مزاحمت کے اس کو ہلاک کر دیا، لوگوں نے متعجب ہو کر اس ماجرے کے متعلق پوچھا تو بولے کہ بھائی میں نے مدۃ العمر خدائے تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کی، بس ایک مرتبہ یہ آنکھ بلا ارادہ ایک غیر محرم پر جا پڑی تو میں نے آنکھ ہی کو پھوڑ دیا، ترک گناہ کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جانوروں پر بھی قابو کر دیا۔

تم سلامت رہو ہزار برس: دمیری نے حیاۃ الحیوان میں یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دن مامون الرشید محل سرا سے باہر آیا تو دیکھا ایک نامعلوم شخص مفلوک الحال بوسیدہ لباس ہاتھ میں کوئلہ لئے شاہی محل کی دیوار پر کچھ لکھ رہا ہے مامون نے ایک خادم کو دوڑایا کہ جاؤ دیکھو کون ہے اور کیا لکھ رہا ہے، خادم نے مجرم کو بھی پیش کیا اور بتایا کہ دو شعر دیوار شاہی پر اس نے لکھے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ''خدا جانے اس محل میں تباہی و بربادی کب آئے گی اور بجائے شاہی خاندان کے الّو کا یہ مسکن بنے گا، جس دن الّو یہاں اپنے پر پھڑ پھڑائے گا تو سب سے پہلے اس مسرت آمیز معاملہ پر خوشی مجھ کو ہوگی''

مامون نے حیرت سے پوچھا دوست یہ تو بتاؤ اس آباد محل کی تباہی کی تمنا، تم کو کیوں پیدا ہوئی ہم نے تو تم کو کبھی کوئی تکلیف بھی نہیں پہنچائی، حضور اگر جان بخشی ہو تو عرض کروں (مفلوک الحال) ضرور ہم تم کو کوئی تکلیف نہ دیں گے۔ (مامون)

بات اصل میں یہ ہے کہ محل سرائے شاہی میں دنیا کی کوئی چیز نہیں جو موجود نہ ہو، ظرف وظروف، فرش فروش، ریشمیں پردے زربفت و نبات کی بہترین چادریں، قیمتی دو شالے پشمینہ کے نایاب دستے، قالین گرے، غالیچے، تخت و تاج، کھانے پینے کے لئے وہ نعمتیں جن کا تصور بھی میرے لئے ممکن نہیں، دسترخوانِ شاہی پر انواع واقسام کی نعمتیں، میٹھے اور نمکین کھانوں کی بھرمار چٹخارے کے تمام سامان، مٹھائیاں، پھل، کھیر، فیرنی، پلاؤ، قورمہ یہاں سے وہاں تک قاب پیالے طشت، بادامی، نیلے گلاس اور جگمگ طشتریاں، امیر المؤمنین نہ کوئی عداوت نہ دشمنی، لیکن اگر یہ محل اجڑ جائے تو کچھ سامان میں بھی اٹھاتا، فروخت کرتا، گذر اوقات میری کیسی اچھی ہوتی، امیر المومنین آپ نے وہ شعر نہیں سنے: ''جب کسی انسان کو کسی امیر کی دولت سے کچھ نہ ملے تو وہ پھر اس کی ریاست کے انحطاط کی تمنائیں کرتا ہے اور یہ آرزو کسی دیرینہ دشمنی کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ اس کو کچھ اور ہی فکر ہوتی ہے جس کے لئے وہ اس طرح آرزو کرتا ہے''۔ مامون ہنس پڑا اور بولا کہ اچھا یہ لو ایک ہزار دینار اور ہر سال انہیں دنوں یہیں آؤ اور اپنا روزینہ ہمارے یہاں سے حاصل کرو اور دیکھو جب تک یہ محل آباد رہے گا تمہارے اس وظیفے میں نہ کمی ہوگی اور نہ بند ہوگا، اچھا بتاؤ اب یہ محل آباد رہے یا تباہ ہو جائے؟ امیر المومنین خدا کرے کہ اس محل کی آبادی ابد نشان ہو اور مامون ہنس پڑا۔

اللہ پر یقین رکھیے: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی جب وفات ہوئی تو ان کے گیارہ لڑکے تھے اور ترکہ خلیفہ راشد کا کل سترہ دینار تھے، پانچ دینار تو کفن دفن میں صرف ہو گئے اور دو دینار کی زمین لی گئی جس میں خلیفۃ المسلمین کو دفن کیا گیا، باقی مال کی تقسیم ہوئی تو ہر لڑکے کے حصہ میں انیس انیس درہم آئے، پھر ایک اور خلیفۃ المسلمین ہشام بن عبد الملک کا انتقال ہو گیا تو ان کے بھی گیارہ لڑکے تھے ہر ایک لڑکے کے باپ کی وفات کے بعد جو حصہ میراث سے ملا ہزاروں درہم و دینار کی صورت میں تھا لیکن عبدالرحمٰن بن قاسم کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کے ایک لڑکے کو دیکھا کہ اس نے سو اونٹ فی سبیل اللہ ایک ہی دن میں تقسیم کئے اور ہشام کے لڑکوں کو دیکھا تو وہ لوگوں سے بھیک مانگ رہے تھے یہ ہے دو ان سہاروں کا فرق، ایک نے اعتماد اللہ تعالیٰ پر کیا تو اس کی اولاد غنی ہو گئی اور دوسرے نے مال و دولت کے انبار اولاد کے لئے چھوڑے لیکن اولاد کے ہاتھ کاسہ گدائی آ گیا۔ (حیاۃ الحیوان، ص: ۲۶۲)

Scanned with CamScanner

ہندوستان کے مسلم بادشاہوں کی رواداری

سید عبد اللہ علوی بخاری اشرفی

اسلام دنیا کا وہ مذہب ہے جس نے نہ صرف قلیل مدت میں پوری دنیا کو اپنے آغوش میں لے لیا بلکہ اسی مختصر مدت میں دنیا کے تین چوتھائی حصے پر اپنی حکومت بھی قائم کی۔ ڈیڑھ ہزار برس پر مشتمل اسلامی تاریخ نے امن وآشتی اور بین المذاہب رواداری کی ایسی مثالیں پیش کیں جن کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ یہ اسلامی حکومت ہی تھی کہ جس نے ہندوستان کی سرزمیں پر مسجدوں کی تعمیر کے ساتھ ساتھ مندروں کے لیے زمینیں پیش کیں، جس نے غیر مسلموں کو ان کی مذہبی روایات کو آزادانہ ادا کرنے کی اجازت دی، جس نے ان کے مذہبی تشخص واقدار کو تحفظ بخشا اور اُسی شان وشوکت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے حقوق دیے جیسے کے مسلمانوں کو حاصل رہے، مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کے حقوق کی ادائیگی کا نہ صرف لحاظ برتا بلکہ اہتمام بھی کیا۔ تاریخ نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ایک مسلمان کے غیر مسلم پر ناحق مطالبے پر انصاف کرتے ہوئے غیر مسلم کے حق میں فیصلہ سنایا گیا۔

اسی ہندوستان کی سرزمین پر سیکڑوں برس مسلمانوں کی حکمرانی رہی۔ اُن کے دور حکومت امن وسلامتی اور مسلم و غیر مسلم کے درمیان رواداری و انصاف کا آئینہ تھے۔ ان ہی حکمرانوں میں سلطان قطب الدین ایبک بھی ایسے ہی ایک نیک اور انصاف پسند حاکم تھے۔ انھوں نے اپنے محل کے باہر زنجیر انصاف لٹکا رکھی تھی کہ اگر کسی کی حق تلفی ہوتی ہے یا اس پر ظلم کیا جاتا ہے تو مظلوم بلا جھجک اور بے خوف وخطر سلطان تک انصاف کی گہار لگا سکے۔ یہی وہ انصاف پسند مسلم فرمانروا تھا جس نے جرم کی پاداش میں اپنے ہی بیٹے کو قصوروار پائے جانے پر اسلامی احکامِ انصاف پر عمل کرتے ہوئے سر عام کوڑے لگائے اور سزا دے کر اسلامی انصاف کی مثال پیش کی۔

اسی ہندوستان میں غیاث الدین بلبن نامی سلطان بھی گذرے جن کا دور حکومت امن وسکون اور خوشحالی میں اپنے آپ میں ایک مثال رکھتا ہے۔ اُس دور کے ہندوؤں نے خود اُن کے دور حکومت کی تعریف کی ہے جس پر آج بھی تاریخی شہادت موجود ہے۔ دہلی کے قریب پالم میں 1280 عیسوی کا سنسکرت میں لکھا ایک کتبہ دستیاب ہوا جس میں غیاث الدین بلبن کے دور حکومت کی تعریف کرتے ہوئے اُس دور کے ہندو مؤرخین کا اعتراف یوں ملتا ہے: "بلبن کی سلطنت میں آسودہ حالی ہے۔ اس کی بڑی اور اچھی حکومت میں غور سے غزنہ اور دراوڑ سے رامیشوری تک ہر جگہ بہار کی دل آویزی ہے۔ اس کی فوجوں نے ایسا امن وامان قائم کیا ہے جو ہر شخص کو حاصل ہے۔ سلطان اپنی رعایا کی خبر گیری اتنی اچھی طرح کرتا ہے کہ خود وشنو (ہندوؤں کا دیوتا) دنیا کی فکر سے آزاد ہو کر دودھ کے سمندر میں جا کر سو رہے۔"

سلطان علاؤالدین خلجی جن کے متعلق شر پسند طاقتوں نے منصوبہ بند طریقے پر جھوٹ کے پلندے باندھے اور سماج کے اتحاد کو منتشر کرنے کے لیے نفرتوں کی دیوار کھڑی کرتے ہوئے من گھڑت تاریخ مرتب کروائی جب کہ ان کے انصاف کی گواہی آج بھی تاریخ کے سینے میں صحیفوں کی شکل میں موجود ہے۔ ان کے عدل و انصاف کی شہادت پیش کرتے ہوئے فارسی، اردو اور ہندی کے معروف شاعر وصوفی حضرت امیر خسرو "خزائن الفتوح" میں لکھتے ہیں: "اُس نے حضرت عمر کے دور جیسا عدل قایم کر رکھا ہے۔" ایسا لگتا ہے کہ یہی عدل وانصاف ہے جو علاؤالدین خلجی کے مخالفین کو پسند نہ آیا شاید یہ کہ اس سے ان کی قلعی کھلی، ان کے راز کھلے اور انھیں اپنی قوم سے ہزیمت اٹھانی پڑی جو انھوں نے مخالف ہوا چلا کر ایک امن پسند اور انصاف پسند سلطان کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔

سلطان محمد بن تغلق بھی تاریخ ہند کے ایسے ہی مسلم فرمانروا ہیں جنھیں اسلام مخالف طاقتوں نے ظالم بادشاہ کے طور پر پیش کیا ہے، جب کہ ان کے انصاف کی گواہی دیتے ہوئے اُس دور کے مؤرخین کا بیان ہے کہ: ہفتے میں ایک روز سلطان دربار عام منعقد کر کے مظلوموں کی فریادرسی کرتے۔ سلطان نے اپنے دربار میں چار مفتی مقرر کر رکھے تھے جو اسلامی شریعت کی روشنی میں احکام سناتے اور سلطان اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ حتیٰ کے سلطان نے ان مفتیوں کو متنبہ کر رکھا تھا کہ اگر کوئی بے قصور ان کے فیصلوں کے سبب تہہ تیغ کو پہنچا تو اس کا خون ناحق ان ہی کی گردن پر ہوگا۔

ہندوستان کے مشہور مسلم فرمانروا "شیر شاہ سوری" کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ شیر شاہ سوری مساوات اور ہندو مسلم رواداری کا پیکر تھے۔ ان کی رعایا پروری کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ انھوں نے یہ اعلان کر رکھا تھا: "اگر کسی نے بھی میری رعایا کے کسی فرد پر بھی ظلم کیا تو میں اس پر بجلی بن کر گروں گا اور اس کو مٹا کر ہی دم لوں گا۔" ہندوؤں پر ان کی توجہ اور کرم فرمائیوں کا ثبوت ان کے اس اعلان سے ملتا ہے: "غیر مسلموں کی عبادت گاہیں بالکل محفوظ رہیں۔ ان عبادت گاہوں کی جو مسلم حاکم حفاظت نہیں کرے گا اسے معزول کر دیا جائے گا۔"

مغلیہ سلطنت کو کون نہیں جانتا؟ ہندوستان کے طول وعرض میں طویل مدت تک شان وشوکت کے ساتھ حکومت کرنے والی یہ انتہائی طاقتور اسلامی طرز کی حکومت رہی ہے۔ مغل اگرچہ باہر سے آئے تھے لیکن شاہان مغلیہ نے ہندوستان کو اپنا وطن بنالیا۔ اس ملک میں انھوں نے اس طرح محبت کی جیسے ایک بادشاہ اپنے مادر وطن سے محبت کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اس ملک میں انھوں نے اسی طرح حکومت بھی کی جیسے ایک بادشاہ اپنے مادر وطن میں حکومت کرتا ہے۔ سلطنت مغلیہ کے نامور بادشاہوں نے اپنے اپنے ادوار میں انصاف پسند ومساوات پر مبنی رعایا پرور اور روادارنہ طرز کی مثالی حکومت کی۔

مغلیہ سلطنت کے بانی ظہیر الدین بابر اپنے کتاب "تزک بابری" میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: فوج "بھیرہ" سے گذر رہی تھی تو سپاہیوں نے "بھیرہ" والوں کو ستایا۔ فوراً اُن سپاہیوں کو گرفتار کر کے بعض کو سزائے موت کا حکم دیا اور بعض کی ناکیں کٹوا کر تشہیر کرائی۔ مغل بادشاہ "جہانگیر" کا معاملہ تو اس سلسلے میں مزید سخت تھا۔ وہ روزانہ دو گھنٹے عوام کی شکایتیں سنتے یہاں تک کی دوران سفر بھی اس معمول کا اہتمام کرتے اور روزانہ تین تین گھنٹے مظلوموں کی فریاد سنتے اور ظالموں کو بلا امتیاز وتفریق سزا دیتے۔ وہ "تزک جہانگیری" میں لکھتے ہیں: "مخلوق خدا کی نگہبانی کے لیے میں رات کو بھی جاگتا ہوں اور سب کے لیے اپنے آپ کو تکلیف دیتا ہوں۔" مغل بادشاہوں کی تعمیرات میں "دیوان عام" کی تعمیر اس بات کا بین ثبوت ہے کہ دربار میں عوام وخواص کو بلا تردد و بلا تامل اپنی شکایات بادشاہ کے روبرو پیش کرنے اور انصاف مانگنے کی اجازت تھی۔ یہاں بادشاہ نہ صرف عوام کی شکایات سنتے بلکہ خود فریقین سے جرح کرتے اور فیصلہ صادر کرتے تھے۔ فیصلوں میں انصاف کا اس قدر اہتمام برتا جاتا کہ اگر مجرم حکومت کا بڑے سے بڑا عہدیدار یا شاہی خاندان کا فرد ہوتا تو اسے بھی سزا دینے سے تامل نہ کیا جاتا۔

مغل بادشاہوں میں شہنشاہ اکبر اعظم، جہانگیر اور تاجدار مغلیہ اورنگ زیب عالمگیر جیسے بادشاہوں نے انصاف و اسلامی رواداری کے وہ ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں جن پر آج بھی تاریخی شہادتیں موجود ہیں۔ شہنشاہ جہانگیر ایک امن پسند، منصف المزاج اور رعایا پرور بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے دربار میں بڑے اور اونچے عہدوں پر کئی ہندوؤں کو مامور کیا۔ یہی مغل بادشاہ جہانگیر ہے جس نے متھرا میں "گوبند دیوی" مندر کی تعمیر کے لیے زمین دی، شہنشاہ جلال الدین اکبر کو سلطنت مغلیہ کا سب سے مشہور اور طاقتور بادشاہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اکبر نے ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کو وسیع کرنے کے لیے یہاں کی چھوٹی بڑی غیر مسلم ریاستوں کے راجے رجواڑوں اور راجپوتوں سے دوستانہ تعلقات قایم کیے۔ نہ صرف یہ کہ بڑی تعداد میں غیر مسلم سپاہیوں کو اپنی فوج میں جگہ دی بلکہ اونچے اور اعلیٰ عہدوں پر انھیں مامور کیا اور اپنے دربار خاص میں بھی انھیں جگہ دی۔ اکبر اعظم نے بیربل اور تان سین جیسی غیر مسلم اور قابل و ہونہار شخصیات اپنے دربار میں جمع کیں۔ اتنا ہی نہیں اکبر نے ان کے مذہبی سفر سے ٹیکس معاف کیا اور مندروں کی تعمیر کرائی۔

اورنگ زیب عالمگیر ہندوستان کی تاریخ اور مغلیہ سلطنت کے ایسے بادشاہ گذرے ہیں جن پر اسلام دشمن، متعصب اور حاسد مؤرخین نے بے بنیاد اور بے جا الزامات عائد کر کے انھیں ایک ظالم بادشاہ بنا کر پیش کیا ہے۔ جب کہ ان کی فوج اور ان کے قلمرو کی ریاستیں جو گواہیاں پیش کرتی ہیں ان سے ان پر لگے الزامات کی تردید خود تاریخ پیش کر دیتی ہے۔ یہ تاریخ کے ساتھ ایک بہت بڑا مذاق اور کھیل ہے جو ہر دور میں مخالفین حکمرانوں کی جانب سے کھیلا جاتا رہا ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر اگر ظالم اور ہندو مخالف بادشاہ ہوتے تو ان کی فوج میں نہ ہندو فوجی ہوتے اور نہ ہی اعلا عہدوں پر مامور ہندو عہدیداران۔ خود ایک ہندو مصنف "اچاریہ پرفل چندرائے" نے اورنگ زیب عالمگیر کی فوج میں ہندو عہدیداران کی تقرری کے حوالے سے لکھا ہے کہ: "شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد میں سلطنت کے اندر بڑی بڑی ذمہ داری کے عہدے ان کو ملے ہوئے تھے۔" اورنگ زیب عالمگیر اگر ایک ظالم اور ہندو مخالف بادشاہ ہوتے تو ان کے پچاس سالہ دور حکومت میں ہندوستان بھر کی ان تمام ریاستوں میں جو ان کی قلمرو میں شامل تھیں ایک بھی مندر نہ ہوتا۔ ان پر لگے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے اور ان کی رواداری اور رعایا پروری کے جذبات سے متاثر ہو کر ایک اور ہندو مورخ اپنی کتاب "تاریخ ہند" میں لکھتے ہیں کہ: "کاشی پریاگ اور دوسری عبادت گاہوں کے لیے اس نے جو جاگیریں وقف کی ہیں اور ہندو پیشواؤں کے ساتھ جو رعایتیں کی ہیں، ان سے اس کی انصاف پسندی ثابت ہوتی ہے۔" خود اورنگ زیب عالمگیر کے خطوط ان کے مہربان اور رعایا پرور، انصاف پسند اور روادارانہ حاکم کی حیثیت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ انھوں نے بنارس کے حاکم "ابوالحسن" کے نام ایک فرمان جاری کرتے ہوئے جو لکھا ہے وہ ایک تاریخی شہادت ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی رواداری ومساوات پر مبنی ان کے نظام حکومت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کے قدیم مندروں کو گرایا جائے ... . یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ سے کوئی شخص ہندوؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کرے اور نہ اُن پر کسی قسم کا ظلم کرے۔

مسلم حکمرانوں نے ہندوستان کی سرزمین پر کم وبیش ایک ہزار ایک سو چھیالیس (1,146) سال حکومت کی اور ہندوستان کو خوب ترقی دی۔ انھوں نے اپنی رعایا میں کبھی ہندو مسلم کا امتیاز نہ برتا، ہندوؤں پر کبھی ظلم نہیں کیا، ان پر ٹیکس کا کبھی جبری بوجھ نہ ڈالا، ان کی جان مال لوٹ کر ان پر زندگی تنگ نہ کی بلکہ انھیں وہی مراعات مہیا کیں جو مسلمانوں کو حاصل تھیں، ان کی جان ومال کو کبھی نقصان نہ پہنچایا بلکہ انھیں تحفظ مہیا کرنے کا خصوصی اہتمام کیا اور ملک میں آپسی بھائی چارہ ومساوات کے پروان چڑھایا۔ مسلمانوں کے روادارانہ، انصاف پسند نظام حکومت کی تعریف کرتے ہوئے موجودہ ہندو مؤرخین لکھتے ہیں: "یوپی میں چھے سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی لیکن یہاں مسلمان صرف چودہ فیصد ہیں اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہندو مذہب محفوظ رہا اور جبری اشاعت اسلام نہیں ہوئی۔"

مسلم حکمرانوں نے اپنے عہد میں رواداری ومساوات کی فضاء کو قایم ہی نہیں کیا بلکہ اس کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی آبیاری بھی کی اور ایک خوشحال وکامیاب ہندوستان کی تعمیر کی۔

Scanned with CamScanner

ماضی میں مدرسے کی نصابی روایت

پروفیسر سید محمد سلیم

ہندوستان کے قدیم مدارس میں جو نصاب تعلیم رائج ہے اس کی امتیازی خصوصیت نصاب تعلیم کا فارسی حصہ تھا، نصاب تعلیم کا ایک حصہ عربی تھا جو اسلام کا ورثہ تھا جو عالم اسلام سے ہندوستان منتقل ہوا تھا، دوسرا حصہ فارسی تھی جو اہل عجم کا ورثہ تھا جو ایران توران سے ہندوستان میں منتقل ہوا تھا، ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے ساتھ ہی نصاب تعلیم کے یہ دونوں حصے پڑھائے جاتے تھے، تعلیم کا آغز فارسی حصہ سے ہوتا تھا اور تعلیم کی تکمیل عربی حصہ سے ہوتی تھی، کوئی شخص اہل علم اس وقت تک شمار نہیں ہوتا تھا جب تک کہ اس نے عربی زبان اور دینی علوم کی تحصیل نہ کرلی ہو، فارسی حصہ اور عربی حصہ یعنی علوم اور دنیوی علوم کی تحصیل سے فارغ ہو کر طالب علم کوئی ہنر سیکھتا تھا کوئی ذریعہ معاش ڈھونڈتا تھا، عربی نصاب کی تحصیل کرنے والے کو عالم اور فارسی نصاب کی تحصیل کرنے والے کو فاض کہتے تھے اور دونوں نصابوں کی تکمیل کرنے والے شخص کو عالم فاضل کہتے تھے۔

برصغیر پاک وہند میں سلطان محمود غزنوی (۱۰۳۰ء) کے وقت سے فارسی مملکت کی زبان رہی ہے، ساری دفتری کاروائی، ساری سرکاری مراسلت فارسی زبان میں ہوتی تھی، اسلامی عہد حکومت کے بعد مرہٹوں اور سکھوں کے دور اقتدار میں بھی فارسی کی یہ حیثیت برقرار رہی، البتہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے ۱۸۳۵ء میں فارسی زبان کی سرکاری حیثیت ختم کرڈالی، اس کے بعد سے برصغیر ہندو پاک میں فارسی کی اہمیت ختم ہوتی گئی۔

عہد اسلامی میں چھوٹے بچے کی تعلیم کا آغاز ۴ سال ۴ ماہ ۴ دن کی عمر میں ہوجاتا تھا اور قرآن مجید کی تعلیم کے فوراً بعد فارسی کی تعلیم کا آغاز ہوجاتا تھا۔ بلاد عجم، ایران، ترکستان اور برصغیر ہندو پاک میں فارسی زبان کا غلبہ تھا، اس لئے یہاں ایک نصاب تعلیم فارسی زبان میں بتدریج ارتقا پذیر ہوگیا تھا، معمولی تغیرات اور مقامی اضافوں کے ساتھ وہ ان ممالک میں پڑھایا جاتا تھا، تقریبا سارا نصاب تعلیم دنیاداری کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے وضع کیا گیا تھا، اس لئے سارا دنیوی علوم سے تعلق رکھتا تھا، اس نصاب تعلیم کو پڑھنے کے بعد ایک شخص معاملہ فہم، کارداں اور حکومت اور دفتری مراسلات سے واقف ہوجاتا اور ایک عملی انسان بن جاتا تھا، سیاسی اور معاشرتی زندگی کے تقاضے بخوبی سمجھتا تھا اور ان سے متعلق امور سرانجام دینے کا اہل بن جاتا تھا۔

اکبر بادشاہ کے وزیر ابوالفضل نے آئین اکبری میں فارسی نصاب تعلیم کے حسب ذیل مضامین گنائے ہیں، دینی علوم کا تعلق عربی نصاب سے ہے، اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ اخلاق، حساب، سیاق (بہی کھاتہ حساب رکھنا) زراعت، مساحت (پیمائش زمین) ہندسہ، فلکیا، تدبیر منزل، سیاست مُدن، طب، منطق، علوم طبعی، علوم الہی (مابعد الطبعیات) تاریخ، ہندوؤں کے لئے نیائے بیدانت پاتنجلی (ج اول ص ۲۰۲)

چندر بھان برہمن شاہجہاں بادشاہ کا میر منشی تھا، وہ اپنے بیٹے تیج بھان کو مندرجہ ذیل فارسی کتابوں کے مطالعہ کا مشورہ دیتا ہے، اس سے اس دور کے نصاب کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

''اگر چہ فارسی علوم کا دائرہ بہت وسیع ہے، سب کا احاطہ کرنا کسی بشر کے لئے ممکن نہیں ہے، آغاز میں برکت کے لئے گلستان، بوستان، رقعات ملا جا کی نہایت ضروری ہیں اور جب مزید توفیق ملے تو کتب اخلاق، اخلاق جلالی، اخلاق ناصری وغیرہ اور کتب تواریخ۔ حبیب الیسر، روضۃ السلاطین، تاریخ گزیدہ، ظفر نامہ، اکبر نامہ، وغیرہ کا پڑھنا نہایت ضروری ہے، ان سے سنجیدگی اور متانت پیدا ہوتی ہے، اور دنیا اور دنیا والوں کے حالات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے، مجلسوں اور محفلوں میں ان کی ضرورت پیش آتی ہے، شعراء کے دواوین اور مثنویاں جو اس نیاز مند نے عنفوان شباب میں پڑھی تھیں، وہ یہ ہیں حدیقہ حکیم سنائی، مثنوی مولانا روم، منطق الطیر خواجہ فریدالدین عطار، دیوان شمس تبریز وغیرہ، اے فرزند! جس قدر فرصت میسر آئے ان بزرگوں کی تصانیف کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ برکت اور راحت حاصل ہو، لیاقت اور قابلیت پیدا ہو اور کلام میں لذت حاصل ہو۔''

سات سالہ نصاب

فارسی نصاب سات سالہ تھا، اور سات مضامین کی کتابیں داخل نصاب ہوتی تھیں۔ (۱) تحصیل فارسی (۲) فارسی ادب (۳) نثر اور شاعری (۴) عقائد اور عبادات (۵) اخلاق وتصوف (۶) تاریخ وواقعات (۷) حکمت ودانائی (۷) انشاءات اور رقعات۔ کل کتابیں ۶۴ ہوتی تھیں، تکمیل کی کتابیں اس کے علاوہ تھیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ نصاب سالوں کے بجائے کتابوں سے وابستہ تھا، بعض طلباء سات سال میں اس نصاب کو ختم کرلیتے تھے اور بعض جلدی ختم کرلیتے تھے، بعض مزید تاخیر سے ختم کرپاتے تھے، اصل اہمیت کتابوں کی تھی، دن میں دو وقت مدرسہ لگتا تھا، شام کا وقت دہرانے کے لئے اور تحریر وکتابت کے لئے مخصوص تھا، ہر الب عالم پر استاذ انفرادی توجہ دیتا تھا، مرکز تعلیم طالب علم ہوتا تھا، چند اوراق کے چھوٹے چھوٹے رسالے نصاب میں شامل ہوتے تھے، جو جلدی جلدی ختم ہوجاتے تھے، اور بچے کا ذوق تازہ رہتا تھا، نئی کتاب شروع کرنے پر بچے کو خوشی ہوتی تھی، نفسیات اطفال کے ماہرین آج بتاتے ہیں کہ وقت کا تصور بچے کے نزدیک بالغ انسان کے تصور وقت سے تیز رفتار ہوتا ہے، جلد جلد نئی نئی اشیاء اس کے سامنے گذرتے رہنا چاہئے، طویل گھنٹوں سے اس کی طبیعت اکتا جاتی ہے، ہمارے قدیم بزرگوں کو بچوں کی نفسیات کا یہ گر معلوم تھا، اس کے مطابق ہی انہوں نے بچوں کی نصابی کتابیں تیار کی تھیں جو عام طور پر دس پندرہ دن میں ختم ہوجاتی تھیں۔

فارسی زبان کا علم

برصغیر ہندو پاک کے لوگوں کے لئے فارسی غیر ملکی زبان تھی، اس لئے تعلیم کا پہلا مرحلہ زبان کی تحصیل تھا، اس میں اصول تدریج کو سامنے رکھ کر کتابیں تیار کی گئی تھیں، سب سے اول بچوں کے لئے امیر خسرو سے منسوب کتاب خالق باری پڑھائی جاتی تھی، جس میں عام استعمال ہونے والے فارسی، عربی اور ہندی کے الفاظ جمع کردیئے گئے ہیں، یہ کتاب اشعار میں ہے۔

خالق باری سرجن ہار — واحد ایک بدا کرتار

تحصیل فارسی کے لئے قواعد وغیرہ کی اچھی خاصی کتابیں پڑھنا پڑتی تھیں، تحصیل کے بعد ضروری تھا کہ فارسی زبان میں مہارت حاصل ہو، تحریر وتقریر پر قدرت حاصل ہو، اس کے لئے نثر اور نظم کی ایک معقول تعداد کتب پڑھنا پڑتی تھیں، اس کے بعد عام طور پر وہ طالب علم فارسی تحریر وتقریر پر رواں ہوجاتا تھا، بعض لوگوں کی تحریریں تو بڑی معیاری ہوتی تھیں، اہل ہند کے فارسی نثر ونظم میں یہ چھوڑئے ہوئے آثار قلم اہل زبان سے خراج تحسین وصول کرتے ہیں، نظم میں امیر خسرو، فیضی اور غالب کا کلام اور نثر میں ابوالفضل اور عنایت اللہ لاہوری کی نگارشات کو اہل ایران بھی تسلیم کرتے تھے، حالانکہ ان لوگوں کی مادری زبان فارسی نہیں تھی۔

اس نصاب میں ایک حصہ کتب عقائد وعبادات سے متعلق ہے، اس کی ضرورت اس لئے تھی تاکہ آغاز سے ہی بچہ کا ذہن اسلامی خطوط پر استوار ہو، یہ ایک بنیادی ضرورت تھی، دینی تعلیم کے ذیل میں اخلاق وتصوف کے زیر عنوان کتابوں کا ایک سلسلہ تھا جو طالب علم پڑھتا تھا، آسان سی کتاب نام حق سے یہ سلسلہ شروع ہوتا تھا، کریما، پند نامہ عطار، تحفۃ الاوار جامی اور مثنوی مولانا روم تک وسیع تھا، اس لئے کہ صرف مسائل خشک انداز میں جان لینا کافی نہیں ہے، مسلمان وہ ہے جس کی ذہنیت اور جس کی فکر مسلمان ہوچکی ہو، جس کے غور وفکر کا نہج اور رخ متعین ہوچکا ہو، تشکیل ذہنیت کا معاملہ اتنا آسان نہیں ہے، سادہ انداز میں خشک طریقے سے عقائد گنوادینے سے یا مسائل بیان کردینے سے ذہنیت تشکیل پذیر نہیں ہوتی بلکہ آیات قرآنی اور احادیث کے ترجمے، سبق آموز حکایات اور قصے، پند ونصائح، اشعار سب مل کر ذہن کی تشکیل کرتے ہیں اور پھر استحکام بخشتے ہیں۔

اس کے بعد کتب اخلاق اور کتب فہم معاملات پڑھائی جاتی تھیں، اس میں اخلاق محسنی، اخلاق ناصری اور اخلاق جلالی شامل تھیں، انسانی زندگی کو ان کتابوں میں چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، تہذیب اخلاق (تدبیر فرد) حسن معاشرت، تدبیر منزل، (افراد خاندان کے معاملات) تدبیر مدن (شہری زندگی کے معاملات) اور تدبیر ریاست وحکومت ان شعبوں مُن ہمارے جدید دور کے بہت سے عمرانی علوم کا بیان آجاتا تھا، مثلاً عمرانیات، اقتصادیات، سیاسیات اور سب سے بڑھ کر اخلاق اور حکمت اور دانائی کا بیان ہوتا تھا۔ ان علوم پر مختلف نقطہ نظر سے گفتگو کی جاتی تھی، مختلف فاضل تر افراد کے افکار علمیہ ان کے سامنے پیش کئے جاتے تھے، اس طرح دینی اور اخلاق نقطہ نظر سے انفرادی اور اجتماعی معاملات کو حل کرنے اور چلانے کی صلاحیت طلبہ میں پیدا ہوجاتی تھی۔

انشاءات اور رقعات

فارسی نصاب کا قابل قدر اور اہم ترین حصہ انشاءات اور رقعات کی تعلیم پر مشتمل ہوتا تھا، یہ اس نصاب کا امتیازی حصہ تھا، لوگ خطوط سمجھ کر ان کو لائق توجہ نہیں سمجھتے، ان رقعات کا کسی نے سنجیدگی سے مطالعہ نہیں کیا، نہ ان کے پس پردہ حکمت ودانائی کو واضح کیا، رقعات کی خاصی طویل فہرست ہے جو فارسی کے طلبہ مطالعہ کرتے تھے، مثلاً رقعات نظامیہ، رقعات دلکشا، انشائے فائق، انشائے بہار عجم، انشائے خلیفہ امان اللہ حسینی، رقعات عالمگیر، انشائے منیر، انشائے مادھورام، انشائے فیض رساں، رقعات بیدل، پنج رقعات (ارادت خاں) رقعات ابوالفضل، انشائے طاہر وحید، انشائے طغری۔۔۔

مغل دور حکومت میں چاہے سلاطین اور نوابین ہوں، صوبوں کے امراء ہوں یا اضلاع کے والی ہوں، سب کے یہاں سرکاری مراسلت کے لئے دفتر قائم ہوگیا تھا، مراسلت لکھنے والے منشی یا دبیر ہوتے تھے جس قسم کی تحریرات کی نقول کو جمع کرکے شائع کردیتا تھا، یہ دراصل ان امراء، نوابین اور والیوں کی مراسلت اور احکام ہوتے تھے جو منشی اپنے نام سے شائع کرتے تھے، انشائے بہار عجم کے معنی یہ ہیں کہ منشی ٹیک چند بہار نے اپنے حاکم اور آقا کے لئے جو خطوط لکھے، جو مراسلات کی یہ ان سب کا مجموعہ ہے، مادھورام فائق، خلیفہ امان اللہ حسینی یہ سب منشیوں کے نام ہیں جنہوں نے مکاتیب کے یہ مجموعے تیار کئے ہیں۔

یہ خطوط سکھاتے تھے کہ مختلف مواقع کے لئے اور مختلف مقاصد کے لئے کس قسم کی تحریریں اور نگارشات لکھی جاتی تھیں، نجی خطوط، اعتذار ومعذرت نامے، سپاس گذاری اور سپاسنامے کس طرح لکھے جاتے تھے، سرکاری مراسلت اور قانونی دستاویزات کس طرح تیار کی جاتی تھیں، پھر یہ خطوط مختلف اسالیب بیان سکھاتے تھے، قوت استدلال اور زور بیان سکھاتے تھے، ان میں رقعات ابوالفضل بھی ہیں جو اکبر بادشاہ کا وزیر تھا اور مشہور اہل قلم اور انشاء پرداز تھا، اس کے زور بیان کی قوت اس کے دشمن بھی تسلیم کرتے تھے، بلخ کے حکمران نذر محمد نے ایک مرتبہ کہا تھا: میں اکبر کے سپہ سالار خانخانان کی تلوار سے اتنا خائف نہیں ہوں جتنا ابوالفضل کے قلم سے خائف ہوں، یہ خطوط معذرت اور معافی کا انداز سکھاتے تھے، دفتری امور میں یہ خطوط حساب وکتاب سیاقہ نویسی تخمینہ آمد وخرچ اور محاسبہ، سارے امور کی تعلیم دیتے تھے، ان سب سے بڑھ کر یہ کہ خطوط سے نجی زندگی کا حال معلوم ہوتا ہے، یہ مغل دور کی انتظامیہ پر فائز افراد کے خطوط ہیں، اس سے ان کی نجی زندگی عیاں ہوجاتی ہے، یعنی وہ کس قدر بااخلاق اور متقی تھے کس حد تک عدل وانصاف کا پس ولحاظ رکھتے تھے یا کہ وہ بداخلاق اور بدعہد تھے، مغل انتظامیہ کا یہ ایک آئینہ ہے، اصل زندگی کے واقعات یہاں عریاں نظر آتے ہیں۔

یہ خطوط اپنے سے بالا حکام اور افسروں کے نام ہیں، اپنے برابر والوں کے نام ہیں اور اپنے زیردستوں کے نام ہیں، اور اپنے اعزہ وقربا کے نام ہیں، ان خطوط میں سرکاری رپورٹیں ضابطے، ہدایت نامے، احکام، مالی امور، آمد وخرچ کے تخمینے سب شامل ہیں، ان میں صلح وجنگ، ناراضگی اور معافی، اعتذار ومعذرت، عذر خواہی اور تعزیت سپاس گذاری اور توصیف شعراء کے کلام پر تقریظیں خانگی امور پر مشورے، خفگی ہر قسم کے معاملات درج ہیں۔

Scanned with CamScanner

اخبارِ جہاں

محمد عادل فریدی

شمالی کوریا کا نئی امریکی پابندیوں پر سخت ردعمل کا اظہار

شمالی کوریا نے پیونگ یانگ میں حالیہ میزائل تجربے کے بعد عائد کی گئیں نئی پابندیوں کے جواب میں امریکہ کو سخت اور یقینی ردعمل سے خبردار کیا ہے۔غیر ملکی خبر رساں ایجنسی نے شمالی کوریا کی وزارت خارجہ کے ترجمان کے حوالے سے بتایا کہ اگر امریکہ نے اس طرح کا ٹکراؤ کا موقف اختیار کیا تو ڈیموکریٹک پیپلز ری پبلک آف کوریا (ڈی پی آر کے) کو بھی اس پر سخت اور یقینی ردعمل لینے پر مجبور ہونا پڑے گا۔(یو این آئی)

عراق، درگاہ میں حادثہ، چھ افراد ہلاک

عراق میں جمعرات کو ایک مزار پر تعمیراتی سامان گرنے سے چار خواتین اور دو بچے ہلاک ہوگئے اور دو دیگر زخمی ہوگئے۔ پولیس نے بتایا کہ بابل صوبے کے صدر مقام حِلّہ کے قریب حمزہ الغربی کی درگاہ کے اندر عبادت گذاروں پر اچانک چھت کا ایک حصہ گر گیا جس کے باعث یہ حادثہ پیش آیا۔اطلاعات کے مطابق حادثے کے وقت درگاہ کے ایک حصے میں مرمت کا کام جاری تھا۔(یو این آئی)

فرانس میں یہود مخالف تبصرے کے الزام میں مسجد مقفل

فرانس نے کانز شہر میں مبینہ طور پر یہود مخالف تبصرہ کرنے کے الزام میں ایک مسجد کو بند کردیا ہے۔فرانس کے وزیر داخلہ گورالڈ ڈارمینن نے بدھ کے روز کہا کہ فرنچ ریویرا کے اس باوقار شہر میں واقع مسجد کو یہودی مخالف تبصروں اور منافرت کے جذبات برانگیختہ کرنے کے سبب بند کردیا گیا ہے۔وزیر موصوف نے ایک مقامی میڈیا کو بتایا کہ ہم کانز میں ایک مسجد کو بند کر رہے ہیں کیونکہ ہم اسے یہود مخالف تبصرے کرنے اور سی آئی ایف اور براک سٹی جیسی تنظیموں کو حمایت دینے کی بات کرنے کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔(یو این آئی)

قزاقستان میں بدامنی پھیلانے کے الزام میں 3500 سے زائد افراد حراست میں

قزاقستان کے قازق شہر کے شمکنت میں بدامنی پھیلانے کی پاداش میں 3,500 سے زیادہ افراد کو حراست میں لیا گیا ہے،مقامی میڈیا نے شہر کے کمانڈنٹ آفس کے سربراہ یرلی زوماخان بیتوف کے حوالے سے یہ اطلاع دی۔قبل ازیں مقامی حکام نے اطلاع دی تھی کہ شہر میں پرتشدد واقعات کے دوران 2,700 افراد کو تشدد مخالف مظاہروں میں حراست میں لیا گیا اور 45 پولیس اہلکار زخمی ہوئے۔(یو این آئی)

ہندستان کے ساتھ مذاکرات مثبت: چینی میڈیا

چینی میڈیا کا کہنا ہے کہ ہندستان اور چین کے درمیان کور کمانڈر سطح کی 14 ویں مرحلے کی بات چیت مثبت رہی اور دونوں فریقوں نے استحکام برقرار رکھنے کے لیے اقدامات کرنے پر اتفاق کیا چینی میڈیا کا کہنا ہے کہ تاہم دونوں فریقوں کے درمیان اختلافات برقرار ہیں اور ملاقات کا کوئی ٹھوس نتیجہ نہیں نکلا چینی اخبار گلوبل ٹائمز نے مذاکرات کے 14 ویں دور کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں مشترکہ بیان جاری کیا گیا تھا، جب کہ اس سے قبل ہونے والی بات چیت میں ایسا نہیں کیا جا سکتا تھا۔گلوبل ٹائمز نے چینی عسکری ماہرین کے حوالے سے کہا ہے کہ ''تین ماہ قبل مذاکرات کا 13 واں دور کشیدگی کے ماحول میں ختم ہوا تھا۔تاہم اس بار ماحول دوستانہ رہا جو کہ ایک اچھی علامت ہے۔ یقیناً دونوں فریقوں کے درمیان اختلاف رائے تھا اور کوئی ٹھوس نتیجہ سامنے نہیں آیا۔گلوبل ٹائمز نے مزید لکھا کہ باہمی گفت وشنید ہمیشہ ٹکراؤ وتصادم سے بہتر ہوتا ہے۔دونوں ممالک کے درمیان کمانڈر سطح کی ملاقات سے سوالات کے عملی حل میں مدد ملے گی۔اخبار نے کچھ معاملات پر ہندوستان کے موقف کی بھی تعریف کی اور کہا کہ ہندوستان نے بیجنگ سرمائی اولمپکس کے سفارتی بائیکاٹ کی مہم میں امریکہ جیسے مغربی ممالک کی طرح حصہ نہیں لیا کیونکہ ہندوستانی حکومت نے "پڑوسی پہلے" کی پالیسی پر عمل کیا۔

اخبار نے لکھا کہ ہندوستان کچھ چینی سرمایہ کاری پر پابندیوں میں نرمی پر بھی غور کر رہا ہے۔گلوبل ٹائمز نے ایک ماہر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہندوستان سمجھ گیا ہے کہ سرحدی مسئلے کو حل کرنے کے علاوہ، وہ بین الاقوامی مسائل، معیشت اور تجارت جیسے دیگر کئی شعبوں میں چین کے ساتھ تعاون کر سکتا ہے۔

گلوبل ٹائمز نے اپنی رپورٹ میں بتایا ہے کہ دونوں ممالک موسم سرما کے دوران استحکام اور حفاظت کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں ہیں کیونکہ اس سے حادثات اور تصادم کا خطرہ کم ہو جائے گا۔

اہم بات یہ ہے کہ جمعرات کو دونوں ممالک نے ایک مشترکہ بیان جاری کیا، جس میں کہا گیا کہ وہ اس سے قبل ہونے والی بات چیت کے نتائج پر مضبوط موقف اختیار کریں گے۔گزشتہ مذاکرات میں کوئی مشترکہ بیان جاری نہیں کیا گیا تھا، پھر الگ الگ بیانات جاری کیے گئے جس میں ایک دوسرے پر الزامات اور جوابی الزامات لگائے گئے۔(یو این آئی)

تعلیم و روزگار

ہندوستان میں جلد ہی متعارف کیا جائے گا ای پاسپورٹ

ہندوستان، چین اور امریکہ کے بعد عالمی سطح پر پاسپورٹ جاری کرنے والا سب سے بڑا ملک بن چکا ہے۔ہندوستان میں فزیکل پاسپورٹ کی بجائے الکٹرانک پاسپورٹ اپ گریڈ کرنے کا خیال کافی عرصے سے چل رہا ہے۔

2016 میں اس وقت کے وزیر مملکت برائے امور خارجہ وی کے سنگھ نے کہا تھا کہ ''چپ امبیڈیڈ ای پاسپورٹ'' (Chip embedded E-Passports) 2017 کے اوائل تک متعارف کرائے جائیں گے۔تاہم ہنوز اس پر مکمل عمل نہیں ہو سکا۔ جون 2020 میں وزیر خارجہ ایس جے شنکر نے کہا کہ چپ (Chip) پر مبنی پاسپورٹ کی تیاری کا عمل اب بھی جاری ہے اور ہندوستان میں نئے سفری دستاویز کے لیے درخواست دینے والے تمام شہریوں کو ای پاسپورٹ (ePassports) جاری کرنے کے لیے تیاریاں کی جارہی ہیں۔اس سلسلے میں ایک اعلان وزارت خارجہ (MEA) کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کیا ہے کہ ای پاسپورٹ تیزی سے عالمی معیار بنتا جا رہے ہیں۔ یہ آسان بین الاقوامی سفر کی سہولت فراہم کرنے میں اور امیگریشن کاؤنٹرز پر کارروائی کو تیز کرنے میں مدد دے گا۔وزارت خارجہ میں قونصلر، پاسپورٹ اور ویزا (CPV) ڈویژن کے سکریٹری سنجے بھٹاچاریہ نے جمعرات کو ٹویٹ کیا کہ ہندوستان جلد ہی شہریوں کے لیے نیکسٹ جنریشن کے ای پاسپورٹ متعارف کرائے گا۔انہوں نے مزید کہا کہ سفری دستاویز محفوظ بائیومیٹرک ڈیٹا پر مبنی ہوگی اور عالمی سطح پر امیگریشن پوسٹوں کے ذریعے آسانی سے گزرنے کو یقینی بنائے گی۔پاسپورٹ جاری کرنے والی اتھارٹیز (PIA) کے ذریعہ 2019 میں ہندوستان اور بیرون ملک 12.8 ملین سے زیادہ پاسپورٹ جاری کیے گئے، جس کے بعد ہندوستان، چین اور امریکہ کے بعد عالمی سطح پر پاسپورٹ جاری کرنے والا سب سے بڑا ملک بن گیا۔وزارت خارجہ نے پاسپورٹ جاری کرنے کے نظام کو 70 بیرون ملک مشنوں اور پوسٹوں میں مربوط کیا ہے جو کہ بیرون ملک جاری کیے گئے پاسپورٹوں میں سے 95 فیصد سے زیادہ ہیں۔یہ بیرون ملک سفر کو آسان بنانے کے لیے اگلا قدم ہے۔

مجوزہ نیا ای پاسپورٹ کیا ہے ؟فی الحال ہندوستانی شہریوں کو جاری کردہ پاسپورٹ کتابی شکل میں چھاپے جاتے ہیں۔حکومت ان کو انٹرنیشنل سول ایوی ایشن آرگنائزیشن (ICAO) کے طے کردہ بین الاقوامی معیارات کے مطابق اپ گریڈ کرنا چاہتی ہے۔اس عمل میں دو الگ الگ پیشرفت ہیں: سب سے پہلے پاسپورٹ کے کتابچے میں ایک الیکٹرانک چپ شامل کی جائے گی، جس سے پاسپورٹ کے صفحہ 2 پر نظر آنے والی سوانحی معلومات کے ساتھ ساتھ ڈیجیٹل سیکیورٹی فیچر بھی محفوظ ہوگی ۔ یہ ڈیجیٹل سیکورٹی فیچر ایک ''ڈیجیٹل دستخط'' (Digital Signature) ہے جو ہر ملک کے لیے منفرد ہے اور اس کی تصدیق ان کے متعلقہ سرٹیفکیٹس کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔ہندوستان نے آزمائش کے لیے 20,000 سرکاری اور سفارتی ای پاسپورٹ جاری کیے تھے جن میں ایک الیکٹرانک مائکرو پروسیسر چپ شامل تھی۔وزارت خارجہ ناسک میں انڈین سیکورٹی پریس اور نیشنل انفارمیٹکس سینٹر کے ساتھ چپ سے چلنے والے ای پاسپورٹس پر جدید سیکورٹی خصوصیات کے ساتھ کام کر رہا ہے۔دوسرا منصوبہ مکمل طور پر ڈیجیٹل پاسپورٹ متعارف کرانے کا ہے جو موبائل فون پر بھی لے جایا جاسکتا ہے۔

کیا دوسرے ممالک میں ای پاسپورٹ استعمال کیا جاتا ہے ؟ انٹرنیشنل سول ایوی ایشن آرگنائزیشن کے مطابق 100 سے زیادہ ممالک اور غیر ریاستی ادارے جیسے کہ اقوام متحدہ، اس وقت ای پاسپورٹ جاری کرتے ہیں۔وہیں 490 ملین سے زیادہ ای پاسپورٹ پوری دنیا میں گردش میں ہیں۔ہندوستان کے قریبی پڑوس میں نیپال نے نومبر 2021 میں شہریوں کو ای پاسپورٹ جاری کرنے کی اپنی مشق شروع کی۔ بنگلہ دیش نے ای پاسپورٹ کے حق میں پرانے مشین سے پڑھنے کے قابل پاسپورٹ کے اجرا کو مرحلہ وار ختم کردیا ہے۔کچھ ممالک کی طرف سے جاری کردہ ای پاسپورٹ میں مشین سے پڑھنے کے قابل ڈیٹا، جسے عام طور پر بارکوڈ کے ذریعے اسکین کیا جاتا ہے، اب براہ راست پولی کاربونیٹ پیپر میں منتقل کردیا گیا ہے جو پاسپورٹ کے کتابچے کے صفحات کو بناتا ہے۔ پونے میں قائم الائیڈ مارکیٹ ریسرچ کے مطابق عالمی ای پاسپورٹ مارکیٹ کا سائز 2020 میں 20.9 بلین ڈالر سے بڑھ کر 2027 تک 97.6 بلین ڈالر تک پہنچنے کی توقع ہے۔سال 2021 سے 2027 تک 27.5 فیصد کی کمپاؤنڈ سالانہ شرح نمو کے ساتھ اس میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے۔

ای پاسپورٹ کے فوائد کیا ہوں گے ؟اس کے نتیجے میں سفری دستاویزات کی سیکورٹی کو بھی نمایاں طور پر اپ گریڈ کیا جائے گا۔ حکام کا کہنا ہے کہ یہ اقدام پاسپورٹ کی جعل سازی کو مشکل بنانے اور مسافروں کے لیے امیگریشن کاؤنٹرز پر تیز رفتار کارروائی میں مدد کے لیے ہے۔یہ ای پاسپورٹ انٹرنیشنل سول ایوی ایشن آرگنائزیشن کے معیارات پر مبنی ہوں گے۔حفاظتی خصوصیات میں اضافہ پاسپورٹ کو ان ممالک کی وسیع فہرست کے ذریعہ بھی زیادہ قابل قبول بنائے گا جو پہلے سے ہی ان خصوصیات کو استعمال کرتے ہیں۔نتیجتاً بغیر پیشگی ویزا کے ہندوستانی پاسپورٹ کے ساتھ جن ممالک تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے ان کی تعداد بھی بڑھ سکتی ہے۔ہینلے پاسپورٹ انڈیکس برائے 2021 کے مطابق دنیا کے تمام پاسپورٹس کی درجہ بندی میں ہندوستانی پاسپورٹ اپنی طاقت کے لحاظ سے عالمی سطح پر 90 ویں نمبر پر ہے۔(بحوالہ نیوز۔۱۸)

کمال خان کے انتقال سے صحافتی دنیا ایک سنجیدہ صحافی سے محروم: حضرت امیر شریعت

معروف ہندی نیوز چینل این ڈی ٹی وی انڈیا کے لیے کام کرنے والے اتر پردیش کے سینئر صحافی کمال خان کا انتقال ہوگیا ہے۔وہ ایک بے باک، صاف گو اور ایماندار صحافی تھے۔ان کا جانا بلاشبہ قومی صحافت کا بڑا نقصان ہے۔آج کی ڈرامائی صحافت کے دور میں بھی وہ اپنی سنجیدہ اور صاف ستھری صحافت کے ذریعہ امتیازی حیثیت رکھتے تھے اور ملک کے چنندہ صحافیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ایسے نازک دور میں جب صحافیوں پر منفی تبصرے ہی زیادہ ہوتے ہیں ایسے دور میں بھی قارئین اور سامعین کے دلوں میں اپنی غیر جانبدارانہ صحافت سے جن چند صحافیوں نے گھر بنایا ان میں مرحوم کمال خان کا نام بھی شامل تھا۔یہ باتیں امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر نے صحافی کمال خان کے انتقال پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہیں۔انہوں نے کہا کہ آج کی چیخ پکار والی صحافت کے دور میں بغیر سنسنی پھیلائے مسائل کو صاف ستھرے انداز میں پیش کرنے کا سلیقہ کمال خان کے اندر موجود تھا۔انہیں خوبیوں کی وجہ سے انہیں صحافتی دنیا کے بیش قیمتی رام ناتھ گوئنکا اور گنیش شنکر ودیارتھی ایوارڈز سے نوازا گیا تھا۔ان کی زبان کی سلاست، چاشنی اور روانی رپورٹنگ کی دنیا میں دیر تک یاد کی جاتی رہے گی۔ان کے اندر کسی بھی تلخ بات یا سخت نکتہ چینی کو ہلکے پھلکے انداز اور محبت آمیز لہجے میں کہنے کا سلیقہ موجود تھا۔وہ غزل پڑھتے پڑھتے خبر سنا دیتے تھے، جسے ان کے مختلف رپورٹز میں دیکھا جا سکتا ہے۔حضرت مدظلہ نے آج کے صحافیوں کو بھی ان کے جیسی تحقیقی صحافت اور تہذیبی زبان کو اپنانے کا مشورہ دیا۔خیال رہے کہ روز جمعہ 14 جنوری 2022 کی صبح لکھنؤ میں اپنی رہائش گاہ پر 61 برس کی عمر میں کمال خان نے آخری سانس لی۔دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا۔حضرت امیر شریعت نے مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعاء فرمائی ہے۔

Scanned with CamScanner

ملی سر گرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

پٹنہ کے مختلف علاقوں میں ضرورت مندوں کے درمیان کمبل کی تقسیم

سردی کی شدت بڑھتی جارہی ہے، اور درجہ حرارت روز نیچے گر رہا ہے، ایسی حالت میں غریب طبقات کے بہت سے لوگ گرم کپڑے اور اوڑھنے کے محتاج ہیں، ان کی مدد کرنا اور ان کا خیال رکھنا اور مذہب کی تعلیم کا بنیادی حصہ ہے۔ امارت شرعیہ ہر سال سردی کے موقع پر ضرورت مندوں کے درمیان کمبل اور گرم کپڑے تقسیم کرتی ہے، اس سال بھی امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہدایت پر کئی دنوں سے لگاتار پٹنہ کے مختلف مقامات پر خاص طور پر پھلواری شریف اور اس کے مضافات میں بسنے والے غرباء و مفلسین اور جھگیوں میں زندگی گزارنے والے ضرورت مندوں کے درمیان کمبل تقسیم کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ کمبل اہل خیر کے تعاون سے امارت شرعیہ کی جانب سے علاقہ کے معززین اور مخلصین اور سماجی خدمت گاروں کی معرفت ضرورت مندوں کے درمیان تقسیم کیے جارہے ہیں، مستفیدین میں پھلواری شریف اور اس کے مضافات نیز پٹنہ کے دوسرے علاقوں سے تعلق رکھنے والے ہر مذہب کے ضرورت مند شامل ہیں۔

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اس موقع پر کہا کہ امارت شرعیہ کے اس عمل کی اشاعت کا مقصد نام ونمود نہیں ہے، بلکہ صرف یہ غرض ہے کہ اس سے دیگر لوگوں کو ترغیب ملے گی اور وہ بھی اپنے آس پاس کے لوگوں کی ضرورتوں کا خیال رکھیں گے اور مصیبت کے وقت ان کی حاجت روائی کریں گے۔ قائم مقام ناظم صاحب نے یہ بھی اپیل کی کہ اگر کوئی اہل خیر حضرات امارت شرعیہ کے واسطے سے کمبل کی تقسیم کرانا چاہتے ہیں تو کمبل خرید کر امارت شرعیہ پہونچا دیں یا جتنے کمبل تقسیم کرانا چاہتے ہیں اتنے کمبل کی قیمت بیت المال میں بھیج سکتے ہیں۔

امارت شرعیہ کا دعوتی و تعلیمی مشن کی طرف بڑھتا قدم، سو سے زیادہ علماء کی ہوگی بحالی

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ قوم وملت کا ایک عظیم سرمایہ اور قدیم دینی، تعلیمی، سماجی و فلاحی ادارہ ہے، جس کی خدمات کی روشن اور تابناک تاریخ ہے، بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد علیہ الرحمہ نے امارت شرعیہ کے قیام کے وقت جن شعبوں پر امارت شرعیہ کی بنیاد رکھی، ان میں دو شعبے، دعوت و تبلیغ اور تنظیم اپنے آپ میں خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ باتیں امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی نے پریس کے لیے جاری ایک بیان میں کہیں، انہوں نے کہا کہ امیر شریعت اول بدر الکاملین حضرت مولانا شاہ بدرالدین قادری سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ سے لے کر اب تک کے تمام امراء شریعت نے ان پر خصوصی توجہ فرمائی، امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ سے ۲۰۲۰ء میں تقریباً چالیس مبلغین کی بحالی شعبۂ تبلیغ و تنظیم میں ہوئی۔ الحمد للہ موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی بھی ان دونوں شعبوں پر غیر معمولی توجہ ہے، اس وقت حضرت دامت برکاتہم حالات اور تقاضوں کو دیکھتے ہوئے بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کے تمام اضلاع، بلاک، پنچایت اور گاؤں میں امارت شرعیہ کی مضبوط تنظیم کے قیام، دینی، اصلاحی، تعلیمی، دعوتی اور فلاحی تحریک کو ہر آبادی تک پہونچانے کے سلسلہ میں مسلسل فکرمند ہیں، اسی غرض سے حضرت والا نے بڑی تعداد میں دعاۃ اور مبلغین بحال کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ حضرت والا نے اس شعبۂ کے لیے اس سال یہ ہدف مقرر کیا ہے کہ نئے دعاۃ و مبلغین کی تعداد کو کم سے کم ایک سو تک پہونچایا جائے، تاکہ ہر علاقہ میں بروقت اسلام کی صحیح روشنی اور امارت شرعیہ کا پیغام پہنچ سکے اور تنظیم کا استحکام عمل میں آئے، وہاں کے لوگ اسلامی تشخص اور شعار کے ساتھ باعزت شہری کی حیثیت سے زندگی گذار سکیں اور ان کی مختلف فتنوں سے حفاظت ہو سکے، چنانچہ حضرت امیر شریعت مدظلہ کی ہدایت کے مطابق امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اعلان کیا ہے کہ جو حضرات علماء و حفاظ امارت شرعیہ کے شعبہ تبلیغ و تنظیم سے منسلک ہو کر قوم وملت کی گراں قدر خدمات انجام دینا چاہتے ہوں وہ جلد اپنی درخواست مرکزی دفتر امارت شرعیہ میں ارسال کردیں، درخواست صاف اور اپنی تحریر میں لکھیں، نیز اپنا مکمل پتہ اور موبائل نمبر اور وہاٹس ایپ نمبر بھی ضرور تحریر کریں، تعلیمی اسناد کی عکسی کاپی بھی درخواست کے ساتھ منسلک کریں، درخواست درج ذیل ای میل یا وہاٹس ایپ نمبر پر بھی ارسال کرسکتے ہیں۔ امیدواروں کے لیے انٹرویو کی تاریخ کا جلد ہی اعلان کیا جائے گا۔

اپنی درخواستیں اس پتہ پر بھیجیں:

Department of Tabligh & Tanzeem

Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505

E-mail: nazimimaratshariah@gmail.com

Whats app No: 7050667423

بے سہارا اور ضرورت مندوں کے کام آنا ہی انسانیت کی معراج ہے

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کے ذیلی دفتر دارالقضاء امارت شرعیہ جہان آباد میں شدید ٹھنڈک کے پیش نظر غرباء اور مساکین کے درمیان کمبل تقسیم کئے گئے اس موقع پر مفتی محمد اصغر قاسمی قاضی شریعت جہان آباد نے کہا کہ امارت شرعیہ مسلمانوں کی ملی وحدت اور اجتماعی نظام کی عملی شکل، مذہبی اور فلاحی تنظیم ہے امارت شرعیہ یتیموں، بیواؤں، غرباء اور بے سہارا لوگوں کے درمیان ایک سہارا بن کر کھڑی رہتی ہے، موسم سرما کے موقع پر جگہ جگہ کمبل اور گرم کپڑیں تقسیم کرتی ہے اسی کی ایک عملی شکل جہان آباد میں پیش کی جارہی ہے انہوں نے مزید کہا کہ غریب اور بے سہارا لوگوں کی مدد کرنا، انکی خدمت اور کام آنا ہی انسانیت کی معراج ہے امارت شرعیہ شروع ہی سے مسلک و مذہب، ذات اور برادری سے اوپر اٹھ کر تمام رفاہی خدمات انجام دیتی ہے، انہوں نے سماج کے ذمہ دار اور صاحب حیثیت لوگوں سے اپیل کی ہے وہ غریب اور نادار لوگوں کی مدد کے لئے آگے آئیں، اس موقع پر موجود مولانا محمد سمیع اللہ قاسمی نے کہا کہ اس کڑاکے کی سردی میں ضرورت مندوں کا خیال رکھنا نیکی کا کام ہے، ماسٹر جمیل اختر نے کہا کہ انسانیت کی خدمت کرنا بھی عبادت ہے۔ اس موقع پر مولانا جمیل اختر قاسمی، اختر امام شمسی، ارشد فلاحی، مولانا شوکت مظاہری، ان کے علاوہ شہر کے ذمہ دار اور معزز حضرات موجود تھے۔

ضلع پورنیہ کے بن منکھی بلاک کے نیا بھرگاما میں قیام مکاتب کے سلسلے میں اجتماع

مورخہ 9/جنوری کو نیا بھرگاماں میں قیام مکاتب کے سلسلے میں ایک نشست منعقد ہوئی جس میں اس علاقے کے مساجد کے ذمہ داران اور ائمہ کرام کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ مولانا محمد منور صاحب قاسمی نے مساجد کو فعال و متحرک اور مکاتب کے موضوع پر تفصیلی گفتگو کی، مہمان خصوصی کے طور پر شریک امارت شرعیہ پورنیہ کے قاضی شریعت مولانا محمد ارشد قاسمی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ آج ہم نے مساجد کو صرف نماز اور چند مخصوص عبادتوں کے لئے خاص کردیا ہے، جس سے اس کی معنویت ختم ہو کر رہ گئی ہے حالانکہ پہلے انہیں مساجد میں بیٹھ کر ہمارے اکابر دین کے بہت سارے امور کو انجام دیتے تھے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی اپنی مساجد کو اسی نہج پر لے چلیں، انشاء اللہ پھر اس کے اثرات و برکات کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں گے، قاضی صاحب نے کہا کہ میں امارت شرعیہ کی جانب سے آپ حضرات کے لئے تین پیغام لے کر آیا ہوں، (1) ہمارے یہاں جمعہ جمعہ کے دن مردوں کے درمیان دین کی باتیں ہوتی ہیں، لیکن ہماری آدھی آبادی جو مستورات کی ہے وہ دین کی باتوں سے سے نابلد رہتی ہیں اس کے لیے امارت شرعیہ کا یہ پیغام ہے کہ ہفتہ واری، پندرہ روزہ یا پھر ماہانہ طور پر مستورات کے لئے کوئی ایک دن مخصوص کر کے ہم انہیں دین کی موٹی موٹی باتیں بتلائیں اور دین پر چلنے کی ترغیب دیں۔

دوم ہم قرآن کے پیغام اور اس کی تعلیمات سے آہستہ آہستہ دور ہوتے چلے جارہے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ قرآن جو ایک نصیحت اور ہدایت کی کتاب تھی اس سے ہم خاطر خواہ استفادہ نہیں کر پا رہے ہیں، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم روزانہ کسی نماز کے بعد قرآن کی تفسیر کر کے لوگوں کے درمیان قرآن کے پیغام کو عام کریں یا پھر ہفتہ میں کوئی ایک دن مخصوص کر کے ہفتہ واری تفسیر قرآن کے سلسلے کو شروع کریں۔

سوم . کوئی مسجد ایسی نہ ہو جہاں دین کی بنیادی تعلیم کے لئے چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے مکاتب کا نظام قائم نہ ہو، صرف مسجد ہی نہیں، بلکہ ہر وہ جگہ جہاں بڑی آبادی ہے ان جگہوں پر بھی مکاتب کا نظام قائم کیا جائے، اور ہم اپنے چھوٹوں بچوں کو ان مکاتب سے لازمی جوڑیں .

اخیر میں قاضی شریعت نے کہا کہ یہ امارت شرعیہ کا تین پیغام ہے کیا ہم لوگ اس پر عمل کریں گے؟ اس پر سارے مجمع نے کہا کہ انشاء اللہ ضرور اس پر عمل کریں گے اور عنقریب وہ ساری ترتیب بنا کر جلد از جلد آپ کی خدمت میں پیش کریں گے.

بعد نماز ظہر لوگوں کے اصرار پر علماء، ائمہ اور حفاظ کرام کے درمیان خصوصی گفتگو ہوئی، اس علاقے کے معروف و مشہور عالم دین حضرت مولانا شرف الدین صاحب کی دعا پر یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

محتاجوں کی حاجت روائی آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے

دارالقضاء امارت شرعیہ مہدولی کے زیر اہتمام محتاجوں کے درمیان کمبل تقسیم کرنے کا سلسلہ جاری

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ مسلمانوں کی وہ مضبوط تنظیم ہے جو ہر موڑ پر ملت اسلامیہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی ہے اور جب کبھی مسلمانوں کو کسی بھی طرح کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے اور کوئی ناگہانی حادثہ پیش آتا ہے تو یہ تنظیم پوری قوت کے ساتھ تعاون کرتی ہے ابھی موسم سرما کی سنگینی کو دیکھ کر امارت شرعیہ بہار کے مختلف اضلاع میں گرم کپڑے تقسیم کررہی ہے ضلع دربھنگہ میں بھی یہ کام ہورہا ہے مختلف بلاک میں کپڑے اور ساڑیاں تقسیم کی گئی ہیں، دارالقضاء امارت شرعیہ مہدولی کے زیر اہتمام حیاگھاٹ بلاک میں تنظیم امارت شرعیہ بلاک کے سکریٹری حافظ ذکاء اللہ کی رہنمائی میں سینکڑوں افراد کو کپڑے اور کمبل تقسیم کئے گئے، جبکہ ہنومان نگر بلاک میں تنظیم امارت شرعیہ کے بلاک صدر محامد حسین کی معرفت بھی سینکڑوں افراد تک کپڑے اور کمبل پہونچانے کے لئے گاڑی روانہ کردی گئی ہے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے یہ باتیں دار القضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ کے قاضی شریعت مفتی ارشد علی رحمانی نے پریس کے لئے جاری بیان میں کہیں، انہوں نے کہا کہ کپڑے اور ساڑیاں مرکزی دفتر امارت شرعیہ پٹنہ سے بھیجی گئیں، جبکہ کمبل اور گرم کپڑے دربھنگہ کے اہل خیر حضرات کے تعاون سے تقسیم کئے جارہے ہیں، موصوف نے کہا کہ ہر علاقے میں اس طرح کے تعاون کی ضرورت ہے اس لیے اہل خیر حضرات کو اپنے طور پر بھی اس جانب توجہ دینی چاہیے، دربھنگہ میں جن حضرات نے ابتک اس کار خیر میں حصہ لیا ان میں ڈاکٹر احمد نسیم آرزو، ڈاکٹر آصف شہنواز، ڈاکٹر شہنواز حسنین وارثی، ایڈووکیٹ عرفان الرحمٰن بسمل، پروفیسر عزیز الاسلام، مجاہد الاسلام، فخر الاسلام، عبدالولی نعمانی، محمد کبیر گلزار احمد پرویز احمد ذکر اللہ رحمانی محمد توصیف کے نام شامل ہیں لوگوں تک تعاون پہونچانے میں مولانا محمد نوشاد عالم اشاعتی نے اہم کردار ادا کیا۔

Scanned with CamScanner

تین نفسیاتی قوتوں کا ٹکراؤ

پروفیسر شمشاد حسین

انسانی کردار کو سمجھنا ایک مشکل امر ہے، جس طرح سمندر میں تیرتے ہوئے تودہ برف کی صرف بالائی سطح کو دیکھ کر ہم یہ دعویٰ نہیں کرسکتے کہ ہم نے اس کا پورا حصہ دیکھ لیا ہے، ٹھیک اسی طرح کسی شخص کے ظاہری کردار کو دیکھ کر اس کی پوری شخصیت کی تفہیم کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ شخصیت کے اندر پوشیدہ محرکات کا اندازہ لگانا بڑا ہی پیچیدہ مسئلہ ہے، اگر کردار کے اندر پوشیدہ قوتوں کا تجزیہ کیا جائے تو ہمیں اس بات کا بخوبی علم ہوجائے گا کہ ان کو پیدا کرنے میں شعور سے زیادہ لاشعور کا ہاتھ ہوتا ہے، لاشعور انسانی ذہن اور شخصیت کا وہ حصہ جس میں ہماری دبی ہوئی وہ خواہشات سرگرم عمل رہتی ہیں جن کی تکمیل سماجی قدروں اور اصولوں کے سبب شعوری زندگی میں نہیں ہو پاتی، ایسی خواہشات لاشعور میں مقیم رہ کر بھی بہرحال اپنے اظہار و تسکین کے لئے متعدد راستے ڈھونڈ ہی لیتی ہیں، خواب، ذہنی امراض کی علامتیں، روزمرہ کی زندگی میں سرزد ہونے والی غلطیاں ادب و فن وغیرہ ان کی بہترین مثالیں ہیں۔

انسانی لاشور کا مطالعہ کئی جہتوں سے کیا جاتا ہے، جن میں لاشعور سے وابستہ ذہنی کشمکش کا نفسیاتی تجزیہ بہت اہم ہے، آیئے انسانی شخصیت کے اس اہم پہلو اور اس سے وابستہ ذہنی کشمکش پر نگاہ ڈالیں جن کا کسی بھی انسان کی شخصیت اور اس کے کردار کی نشوونما میں نمایاں رول ہوتا ہے، جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے اندر ابتدائی چند برسوں میں خواہشات اور محرکات پروان پاتی ہیں وہ بغیر کسی عقل وفہم کے اپنی تکمیل چاہتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک بچہ بغیر سوچے سمجھے ٹھیک ایک حیوان کی طرح اپنی خواہش اور تسکین کا سامان ڈھونڈ لیتا ہے، اس کے سامنے نہ تو کوئی حقیقت نام کی چیز ہوتی ہے اور نہ ہی اخلاقیات کا کوئی شعور ہوتا ہے، اسے ہر حالت میں بس اپنی ہر خواہش کی تکمیل وتسکین چاہئے، یہی رجحان رفتہ رفتہ انسان کے اندر جب گھر کر جاتا ہے تو بعد میں اس کی شخصیت ایک حیوانی کیفیت سے دوچار ہوکر عقوبت پسند اور جارحیت پسند اور ہولناک بن جاتی ہے، لیکن چند برسوں بعد ہی بچوں میں جب حقیقت پسندی کا شعور پیدا ہوتا ہے تو وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی ہر طرح کی خواہش کی تکمیل وتسکین تو کرسکتا ہے خواہ اس کی نوعیت جارحانہ ہو یا ہوس پرستانہ، لیکن حقیقت اور ماحول کے پیش نظر ہی ایسا ممکن ہے، یہ شعور بہرحال اس کی شخصیت پر غالب رہتا ہے، مثال کے طور پر انسان کے اندر چھپے حیوان کی اگر یہ خواہش ہوتی ہے کہ کسی شخص کی جان لے لے تو حقیقت پسندی کا شعور اسے اس بات سے آگاہ کرے گا کہ کسی کی جان لے لینا ایک اخلاقی جرم ہے اور اس جرم کو کرتے ہوئے اسے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے مگر اس کا ضمیر اس جرم کے لئے اسے ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

اخلاقیات پر مبنی انسانی شخصیت کا یہ پہلو دراصل حقیقت پسندی کے شعور واحساس کے بعد والدین کی تربیت، اخلاقی اور مذہبی تعلیم کے باعث روشن ہوتا ہے اور انسان کو بھلے اور بُرے، اخلاقی اور غیر اخلاقی کام کے درمیان فرق اور تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے، انسانی شخصیت کا یہ روشن پہلو انسانی تہذیب کے ارتقاء میں اہم رول ادا کرتا ہے ورنہ سماجی اور اخلاقی ڈھانچہ منتشر ہوکر رہ جائے۔

غرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسانی شخصیت کی نشوونما کے دوران ایک شخص تین مرحلوں سے دوچار ہوتا ہے، سب سے پہلے ان کے اندر حیوانی خواہشات اور ان کی تکمیل وتسکین کا جذبہ رہتا ہے، آگے چل کر وہ حقیقت پسندی کے درمیان سمجھوتہ کرتا ہے اس سلسلے کی اگلی کڑی اخلاقیات پر مبنی ہے، ان تینوں نفسیاتی قوتوں کو ہم "اڈ" ID ایگو (EGO) اور سوپر ایگو (SUPER EGO) کہتے ہیں، ان تینوں قوتوں کے درمیان لاشعوری طور پر ایک طرح کے ٹکراؤ کا سلسلہ ہمیشہ جاری وساری رہتا ہے، ان تینوں قوتوں کے باہم متصادم رہنے کے سبب ہی ذہنی ونفسیاتی کشمکش پیدا ہوتی ہے، ایک جانب حیوانی خواہشات کی فوری تکمیل کا جذبہ اور دوسری جانب صرف ان خواہشات کی تسکین کا احساس جن کی اجازت اخلاقی اور ذہنی قدریں دیتی ہیں۔ اور اگر ان اخلاقی سماجی اور مذہبی قدروں کے دائرے سے باہر جاکر غیر اخلاقی خواہشات کی تکمیل کی جاتی ہے تو ایسی حالت میں ایک شخص کے اندر جرم کا احساس پنپنے لگتا ہے اور پھر وہ تردد اور تناؤ کا شکار ہوجاتا ہے، اس صورتحال میں انسان کے اندر کی وہ قوت جو حقیقت پسندی پر مبنی ہے، اور جسے ہم "ایگو" کہتے ہیں انسانی شخصیت کی دو متضاد اور انتہائی قوتوں کے درمیان مطابقت قائم کرتے ہیں؛ تاکہ انسان کا ذہنی توازن برقرار رہے اور وہ کسی شدید ذہنی کشمکش میں مبتلا نہ ہو، کیونکہ اگر صرف حیوانیت طاری رہی تب بھی انسان اپنا توازن کھو بیٹھے گا، اگر چھوٹی چھوٹی باتوں پر جرم کا شدید احساس پیدا ہوتا ہے تب بھی ذہنی توازن پر اس کا بڑا اثر پڑے گا۔ اس طرح انسانی شخصیت کے اندر پنہاں دو متضاد شدید قوتوں کے درمیان توازن قائم کرنا "ایگو" کا کام ہے اور ساتھ ہی ماحول کے ساتھ کسی شخص کی مطابقت برقرار رکھنا بھی اس کا بنیادی نصب العین ہے اور جب کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ذہنی کشمکش یا محرکات کے ٹکراؤ کے بنا پر وہ توازن برقرار نہیں رکھ سکتا تو ایسی حالت میں وہ بعض ایسے طریقہ کار اختیار کرلیتا ہے جس سے ذہنی کشمکش نہ صرف کم ہوجاتی ہے؛ بلکہ اس سے ذہنی توازن کو بھی برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے، آیئے اس جانب ہم اپنی توجہ مرکوز کرتے ہوئے دیکھیں کہ لاشعوری سطح پر انسان اپنی ذہنی کشمکش کو کس طرح کم کرتے ہوئے اپنے ذہنی توازن کو برقرار رکھتا ہے اس کا ایک اہم طریقہ کار یہ ہے کہ ایسی خواہشات جن کی تکمیل سے انسان کے اندر تردد یا تناؤ پیدا ہوجائے اور انسان کسی جرم کے احساس میں مبتلا ہوجائے اسے یا تو وہ شعور سے نکال کر لاشعور کی کال کوٹھری میں ڈھکیل دیتا ہے یا پھر انہیں وہ شعور کی سطح پر آنے ہی نہیں دیتا ہے، اس طرح وہ ایسی خواہشات کو دبا کر ذہنی کشمکش سے نجات حاصل کرلیتا ہے۔ دوسرا طریقہ کار جو انسان کی ذہنی کشمکش اور مایوسیوں کو کم کرنے میں مدد کرتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان جب مطلوبہ چیزوں کو حاصل کرنے میں ناکام ہوجاتا ہے تو وہ معقول دلائل پیش کرکے اپنی مایوسیوں کے احساس کو کم کردیتا ہے۔ مثلاً ایک لومڑی کو جب انگور نہیں ملا تو اس نے یہ دلیل سوچ کر اطمینان کی سانس لے لی کہ انگور کھٹے ہیں۔ اسی طرح اگر قیمتی شیشے کے برتن ٹوٹ جاتے ہیں تو ہم یہ کہہ کر ذہنی تناؤ یا تکلیف کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی ناگہانی حادثہ سے بچ گئے، اسی طرح مایوسیوں اور کشمکش کو کم کرنے کا ایک اور دلچسپ طریقہ کار وہ ہے جس کے ذریعہ ایک شخص اپنی ناتکمیل شدہ یا غیر اخلاقی خواہشات کا اظہار یا اس کی تسکین ایسے طریقوں سے کرتا ہے جن کو سماج معیوب یا غیر اخلاقی تصور نہیں کرتا۔

مثلاً ایک شاعر، ادیب یا مصور اپنے فن کے ذریعہ ان خواہشات کا اظہار کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے جن کا براہ راست اظہار اخلاقی قدروں کے شعور کی وجہ سے ممکن نہیں ہوتا، نتیجتاً انہیں لاشعور کی قبر میں دفن کردیا جاتا ہے، توازن برقرار رکھنے کے لئے ایک طریقہ کار یہ بھی ہے کہ ہم اکثر ایسی خواہشات جن کی نوعیت غیر اخلاقی ہوتی ہے اور جرم کے شدید احساس کی وجہ سے جنہیں ہم خود بھی قبول کرنے سے انکار کردیتے ہیں ان کو دوسرے شخص میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے اگر کوئی شخص ہر وقت بے ایمانی اور بدکاری کی باتیں کرتا رہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ دوسرے بھی ایسی ہی باتوں میں ملوث ہوں۔ دراصل اس خواہش کے پس پردہ اسے یہ خوف ستاتا ہے کہ مبادہ وہ خود ایسی خواہشات اور افعال کا شکار نہ ہوجائے۔ لہذا وہ لاشعوری طور پر اس کی موجودگی دوسروں میں دیکھنے کا عادی ہوجاتا ہے، ایسا کرکے دراصل وہ اپنی کشمکش کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک اور چیز ذہنی کشمکش کی حالت میں انسان کے لئے ڈھال کا کام کرتی ہے، ساتھ ہی اس کی مایوسیوں کی شدت کو بھی کم کردیتی ہے، مثلاً ایک شخص کو اگر کسی کی محبت میں ناکامی ہوجاتی ہے تو کبھی کبھی وہ اس سے شدید نفرت کرکے اپنی ناکامی کے احساس کو کم کرلیتا ہے، اسی طرح کبھی کبھی نفرت کے احساس کو محبت کے احساس میں تبدیل کردیتا ہے، دوسری مثال ایک ایسے شخص کی پیش کی جاسکتی ہے جو بہت دریا دل واقع ہوتا ہے، لیکن اس دریا دلی کی تہہ میں دراصل اس کی بخالت پوشیدہ ہوتی ہے، الغرض جب انسان ایک بالکل مخالف محرک کو پیدا کرتا ہے تو ایسا کرکے وہ اپنے اندر پیدا پوشیدہ محرک سے بہت حد تک نجات حاصل کرلیتا ہے۔ اپنی مایوسیوں، ناکامیوں اور کشمکش کو ہم ایک اور طریقہ سے بھی کم کرتے ہیں اور ان کا حل ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ ہم مایوسیوں اور ناکامیوں کے سبب پیدا شدہ اپنے غصے کا اظہار کسی دوسری چیز یا شخص پر کردیتے ہیں جو کبھی براہ راست بھی ہوتا ہے یا پھر کبھی دوسری چیز پر کسی بہانے سے ہم اپنے غصہ کو اتار دیتے ہیں، اس عمل سے ہمارے اندر پیدا شدہ تناؤ کم ہوجاتا ہے۔

المختصر ذہنی کشمکش اور مایوس کن حالات کو کم کرنے یا ان سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے لاشعوری طور پر جو طریقہ کار اختیار کئے جاتے ہیں وہ ذہنی صحت کو بنائے رکھنے میں بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں، لیکن ضرورت سے زیادہ اگر ان کا استعمال ہونے لگے تو وہ ذہنی امرض بھی پیدا کرسکتے ہیں، اس طرح ہم نے دیکھا کہ انسانی شخصیت کے اندر تین ایسی قوتیں سرگرم عمل ہیں جو ہمیشہ برسرپیکار رہ کر آپسی کشمکش میں مبتلا رہتی ہیں اور ان سے پیدا شدہ تردد اور تناؤ کو کم نہ کیا جائے تو انسانی ذہن پر اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ لیکن قدرت نے لاشعوری طور پر کچھ ایسا نظام قائم کردیا ہے جو انسان کو توازن اور مطابقت بنائے رکھنے میں ہر لمحہ مدد کرتا رہتا ہے۔

بقیہ لڑکیوں کی تعلیم...... اور معاملہ کی نزاکت وحساسیت کو سمجھتے ہوئے اس سلسلے میں ضروری اقدامات کریں، تعلیم ایک ضرورت بن چکی ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے، یہ ہر انسان کا بنیادی زیور ہے اس سے محروم رکھنا کسی لڑکی کو حسن و سیرت اور کردار وعمل کی دولت سے محروم رکھنا ہوگا، اس لیے جس طرح لڑکوں کی تعلیم ضروری ہے، اسی طرح لڑکیوں کی تعلیم بھی ضروری ہے؛ لیکن لڑکیوں کی تعلیم میں بہت سے مشکلات اور چیلنجیز ہیں ان پر نظر رکھنا بہت ضروری ہے اس لیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تعلیم کے ذریعہ لڑکیوں سے جس حسن سیرت اور کردار وعمل کی توقع کی جارہی ہے، وہی تعلیم اس کے لیے اباحیت، آزادی، فکری بے راہ روی، اور اسلام سے دوری کا سبب بن جائے، اور سماج ومعاشرہ میں عزت وخوشی کے بجائے بدنامی و ذلت کا سبب بن جائے، اس لیے لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلے میں چند باتیں قابل غور ہیں جسے ہر والدین کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ تعلیم دلانے کو ضروری تصور کیا جائے اور اس کے لیے حتی الوسع پوری کوشش کی جائے؛ لیکن جہاں تک ممکن ہو مخلوط نظام تعلیم سے لڑکیوں کو بچایا جائے، لڑکوں کے لیے مجبوری میں مخلوط تعلیم کی گنجائش ہوسکتی ہے، لیکن لڑکیوں کے لیے مخلوط تعلیم سم قاتل ہے، یہیں سے لڑکیوں میں غیر محرم لڑکوں سے بات کرنے کا آغاز ہوتا ہے جس کا انجام بھیانک ہوتا ہے، اگر مخلوط تعلیم کے علاوہ دوسرا نظام تعلیم ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں سخت نگرانی کی ضرورت ہے، لڑکی کا باپ خود ہی اسکول وکالج پہنچانے جائے اور خود ہی لینے جائے، اس معاملہ میں بھائی یا ڈرائیور پر بھی بھروسہ کرنا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔

جہاں تک ہوسکے لڑکیوں کو بورڈنگ کے نظام سے دور رکھا جائے، جب تک لڑکیاں اپنے گھر میں رہتی ہیں، اپنے ماں، باپ، بھائی، بہن کے ساتھ رہتی ہیں، غیر محرم لڑکوں سے محبت کے پنپنے کا موقع نہیں ملتا ہے، کلاس کے ختم ہوتے ہی گھر جانے کی فکر ہوتی ہے اور تاخیر کی صورت میں ماں باپ کے بازپرس کا اندیشہ رہتا ہے اس لیے اس حالت میں لڑکیوں کا ذہن مشغول رہتا ہے اور فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ کم رہتا ہے، لیکن جب لڑکیاں بورڈنگ میں رہنے لگتی ہیں تو دھیرے دھیرے ماں باپ کی محبت کم ہونے لگتی ہیں اور سہیلیوں کے ساتھ بات چیت میں لڑکوں کا تذکرہ سن کر اور بعض مرتبہ اپنی سہیلیوں کو بوائے فرینڈ کے ساتھ جاتے اور گھومتے دیکھ کر اس معصوم بچی میں بھی بوائے فرینڈ کا جذبہ بیدار ہونے لگتا ہے، کبھی کبھی مرعوبیت کے نتیجہ میں بوائے فرینڈ نہ ہونے کو لڑکیاں اپنے لیے عیب اور کمزوری خیال کرنے لگتی ہیں اور بوائے فرینڈ کی تلاش میں لگ جاتی ہیں، اس لیے لڑکیوں کے لیے بورڈنگ کا نظام بھیانک انجام کا سبب بن سکتا ہے۔

مسلمانوں کو اپنے عصری ادارے قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس میں ایسی اعلی تعلیم اور اعلی معیار قائم کرنا چاہیے کہ وہ شہر کا ماڈل اسکول وکالج بن جائے اور بچے اس میں تعلیم حاصل کرنا اپنے لیے فخر تصور کریں۔ لڑکیوں کو ممکنہ حد تک مسلم ادارے میں تعلیم دلانے کی کوشش کریں، مسلم تعلیمی اداروں میں تعلیم کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم اسلامی تہذیب کی حفاظت کرسکیں گے، اپنے کلچر کو فروغ دیں گے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ غیروں کے ادارے میں تعلیم پاکر بعض مرتبہ بچے مرعوب ہوجاتے ہیں اور بعض مرتبہ ذہنی طور پر غلام ہوجاتے ہیں حتی کہ بعض موقعہ پر بچے اپنی شناخت کو بھی چھپاتے ہیں اس طرح کے واقعات مشاہدے میں آرہے ہیں۔

بچوں کو ابتداء سے ہی دینی تعلیم سے آراستہ کرنا چاہیے، اسلامی تعلیم وتربیت کرنی چاہیے اور تعلیم کے ہر مرحلے میں اس کی نگرانی ہونی چاہیے، خاص کر اگر بچے غیر مسلم اداروں میں تعلیم حاصل کرتے ہوں تو بہت زیادہ ہوشمندی سے کام لینے کی ضرورت ہے، اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا، اسلامی عقائد کی طرف توجہ دلانا، اسلام پر عمل کرنے سے دنیا وآخرت کی کامیابی کو ذہن میں بٹھانا، اور ساتھ ساتھ شرک وبت پرستی کی قباحت، اس کے نقصانات اور اس سے نفرت دلوں میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے، غیر مسلم اداروں میں تعلیم کے دوران بچوں میں غیر اسلامی عقائد وکلچر فروغ پانے لگتا ہے، اور اسلام کی اچھائیاں نگاہوں سے اوجھل رہتی ہیں اس سے بچے غیر اسلامی ماحول کے عادی ہوجاتے ہیں۔ ماں باپ کو بعض مرتبہ اس وقت پتہ چلتا ہے جب کہ بہت دیر ہوچکی ہوتی ہے، ایک تعلیم یافتہ اور دولت مند کی بیٹی اپنی ماں سے کہتی ہے کہ روزانہ پانچ نمازوں کی کیا ضرورت دن میں ایک مرتبہ پوجا کرلیں تو کافی ہے، لیکن وہ ماں اس کو تنبیہ نہیں کرتی ہے اور نہ ہی سمجھاتی ہے، جب وہ غیر مسلم لڑکے سے شادی کرلیتی ہے تب پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت دنوں سے ہی مشرکانہ اعمال کے قریب ہوچکی تھی۔

موبائل فون آج بنیادی ضرورت میں داخل ہے، لیکن اس کے بے جا استعمال سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں، بچے اور بچیوں کو موبائل فون سے دور رکھنا چاہیے، اگر بچوں کو موبائل فون دیں تو اس کی سخت نگرانی کی ضرورت ہے آج کل ماں باپ دوسروں کے بچوں سے تو بدظن اور بدگمان ہوتے ہیں، لیکن اپنے بچوں سے حد درجہ مطمئن ہوتے ہیں حالانکہ موجودہ دور میں اپنے بچوں پر سب سے زیادہ نگرانی کی ضرورت ہے، ہر وقت ان کے فون پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ کس سے بات ہوتی ہے، کب بات ہوتی ہے اور بعض مرتبہ خفیہ طور پر یہ بھی معلوم کرلینا چاہیے کہ کیا بات ہوتی ہے، اگر ہم اپنے بچوں کو کھونا نہیں چاہتے ہیں اور اسے اپنے سے دور کرنا نہیں چاہتے ہیں اس کی دنیا اور آخرت برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتے ہیں تو اس طرح کے اقدامات کرنے ضروری ہوں گے۔

Scanned with CamScanner

دھرم سنسد میں اشتعال انگیزی اور حکومت کی خاموشی

عابد انور

ہندوستان میں لاقانونیت اور جنگل راج کی اس سے بدترین مثال کیا ہوسکتی ہے کہ پولیس کے 'چھتر چھایہ' میں مذہبی غنڈے، ایک خاص طبقہ کو کھلم کھلا قتل عام کی دھمکی دے رہے ہیں اور پولیس خاموش تماشائی بنی بیٹھی رہے، بلکہ پولیس ان غنڈوں کی حفاظت کے لئے مامور ہو تو پھر کیا جائے گا، مسلمانوں کے خلاف ہر معاملے میں ازخود نوٹس لینے والی پولیس اور عدالت نے اپنی آنکھ، کان اور زبان سب بند کر لیے۔ گذشتہ ۱۷ سے ۱۹ دسمبر تک چلنے والے دھرم سنسد میں اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی پولیس پورے طور پر حرکت میں نہیں آرہی ہے، بلکہ وہ اب تک پہنچانے کی بات کر رہی ہے، یہ لوگ ایسے عادی مجرم ہیں جن کے خلاف درجنوں ایف آئی آر درج ہے، ملک کے کئی حصوں میں معاملے درج ہیں، لیکن پولیس نے شکایت کی بنیاد پر کمزور دفعات درج کئے ہیں تاکہ آسانی سے ضمانت مل جائے اور پولیس کی کمزور پیروی کے سبب سب کے سب بری ہو جائیں گے، پولیس کے ڈائرکٹر جنرل پولیس اشوک کمار نے کہا ہے کہ ویڈیو کو فیس بک سے ہٹادیا گیا ہے اور یو اے پی اے کے تحت مقدمہ درج نہیں کیا گیا کیونکہ کسی کی موت نہیں ہوئی تھی، انہوں نے کہا کہ تحقیقات میں مزید چیزیں سامنے آئیں گی، حیرانی کی بات یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا معاملہ ہوتا ہے تو موت نہیں دیکھی جاتی ہے ترمیم شدہ ویڈیو دیکھا جاتا ہے، لیکن جب معاملہ غیر مسلم کا ہوتا ہے تو پھر سارے ثبوت دیکھا جاسکتا ہے لیکن جب جمہوریت کے چاروں ستون کی منشا انصاف کی نہ ہو تو پھر ثبوت کا اژدہا آجائے، جمہوریت کے چاروں ستون دیکھتا ہے، یہی معاملہ گزشتہ ستر برسوں سے ہوتا آرہا ہے لیکن گزشتہ سات برسوں سے وہ سب کھلم کھلا ہو رہا ہے جو پہلے پوشیدہ اور ڈھکے چھپے انداز میں ہوتا تھا، ہاتھی اور جانوروں کے معاملے میں ٹوئٹ کرنے والے اعلیٰ آئینی عہدے پر فائز رہنماؤں کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں، ہاتھ کانپنے لگتے ہیں کیوں کہ معاملہ مسلمان کا ہوتا ہے، مسلمانوں کے معاملے میں شاید کسی معاملے میں عدالت نے ازخود نوٹس لیا ہو جب کہ لکھیم پور کھیری اور دیگر درجنوں چھوٹے معاملات میں نچلی عدالت سے عدالت عظمیٰ تک نوٹس لیا ہے، لیکن مسلمانوں کے معاملے میں سب کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ دہلی اور ہریدوار میں دو پروگراموں کے دوران مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیزی اور تشدد پر اکسانے کے بعد کئی مسلم شخصیات، لیڈروں اور تنظیموں نے اس کی سخت مذمت کی ہے، واضح رہے کہ گذشتہ مہینے کی ۱۷ر سے ۱۹ر تاریخ تک ہریدوار، اتراکھنڈ میں ایک ''دھرم سنسد'' کا انعقاد کیا گیا، وہاں موجود لوگوں کی 'متنازعہ تقریروں' کی ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہو رہی ہیں، پروگرام کے دوران مقررین 'مذہب کی حفاظت کے لئے ہتھیار اٹھانا، ۲۰۲۹ تک مسلمانوں کو وزیراعظم نہ بننے دینا، مسلم آبادی کو بڑھنے نہ دینا اور ہندو سماج کو ہتھیار اٹھانے کی دعوت دینا' جیسی باتیں کرتے نظر آتے ہیں، اسی طرح کا ایک پروگرام ملک کی راجدھانی دہلی میں 'ہندو یودا واہنی' نامی تنظیم نے منعقد کیا تھا، اس پروگرام کا ویڈیو کلپ بھی وائرل ہو رہا ہے، اس ویڈیو میں بھی ایک خاص برادری کے خلاف تشدد اور ہندوؤں کو ہتھیار اٹھانے کا حلف دیا جا رہا ہے۔

ہریدوار کی 'دھرم سنسد' میں دیے گئے متنازعہ بیانات کو لے کر تعزیرات ہند کی دفعہ 153A کے تحت ایف آئی آر درج کی گئی ہے۔ اتراکھنڈ کے ڈی جی پی اشوک کمار نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ ایف آئی آر کمزور سیکشن کے تحت درج کی گئی ہے، انہوں نے کہا کہ تحقیقات میں مزید چیزیں سامنے آئیں گی، یہ ایف آئی آر ایک شخص کی شکایت پر نارائن تیاگی، ایک اور شخص اور دیگر نامعلوم افراد کے خلاف بھی درج کی گئی ہے، اس ایف آئی آر کے بارے میں سوالات اٹھائے جا رہے ہیں کہ ریاستی حکومت نے کم سنگین دفعات کے تحت مقدمہ درج کیا ہے، جبکہ پروگرام میں نفرت انگیز تقریر کرنے والے کٹر ہندوتوا لیڈر نرسمہانند کے خلاف کوئی شکایت درج نہیں کی گئی ہے، پولیس پر یہ سوال بھی اٹھ رہے ہیں کہ وہ ازخود نوٹس کی بنیاد پر کوئی کارروائی کر سکتی ہے لیکن انہوں نے ایک شخص کی شکایت کے بعد اس معاملے میں رپورٹ درج کرائی، دوسری جانب دہلی میں ہونے والے پروگرام کے حوالے سے ابھی تک کوئی ایف آئی آر درج نہیں ہوئی ہے۔

دھرم سنسد ایسا خطرناک معاملہ ہے، جس سے پوری دنیا میں ہندوستان کی جگ ہنسائی ہو رہی ہے، یہاں کی جمہوریت کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہے، ہر مثبت معاملے میں ہندوستان کی ریکنگ گرتی جا رہی ہے لیکن اس کی نہ تو حکومت کو اور نہ ہی یہاں کے عوام کو اس کی کوئی فکر ہے۔ کسی بھی ملک کی عزت اور وقار سب سے زیادہ پیارا ہوتا ہے اور عوام سب سے زیادہ اسی کی فکر کرتے ہیں لیکن افسوس یہاں کے عوام ملک کی عزت تار تار کرنے والوں کے ہاتھوں میں زمام اقتدار دے رکھا ہے، پھر ملک کے وقار کی فکر کیسے ہوگی، دھرم سنسد کے وائرل ویڈیو پر تمام دنیا کے میڈیا خبریں شائع کر رہے ہیں لیکن ہندوستانی میڈیا اس سے بے فکر کیوں کہ ہندوستانی میڈیا کو مودی کی فکر ہے ملک کی نہیں، اس لئے ملک کہیں بھی چلا جائے اسے کسی کو فکر نہیں ہے، ہندوستانی میڈیا اور ہندوستانی حکمت عملی شتر مرغ کی طرح ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ریت میں گردن ڈالنے سے طوفان نہیں آئے گا، ہندوستانی میڈیا یہ سمجھتا ہے وہ اگر خبر نہیں دکھائے گا تو دنیا کو پتہ نہیں چلے گا، یہ اطلاعاتی تکنالوجی کا زمانہ ہے اور پل جھپکتے ہی یہاں کی خبریں پوری دنیا میں پہنچ جاتی ہیں، درجنوں ممالک کے سٹیلائٹ گردش کر رہے ہیں جو ہر لمحہ کا فوٹو لیتے رہتے ہیں اور اپنے ملک کو بھیجتے رہتے ہیں، اس سے پوری دنیا میں تمام چیزیں ثبوت کے ساتھ پہنچ جاتی ہیں، حیرانی کی بات یہ ہے کہ اتراکھنڈ کے پولیس ڈائرکٹر جنرل اشوک کمار نے کہا کہ ایف آئی آر درج کرنے والے شخص نے صرف دو لوگوں کا نام لیا اور کہا کہ وہ باقی کے نام نہیں جانتے، اس لئے نامعلوم افراد کے خلاف بھی ایف آئی آر درج کر لی گئی ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ پولیس پورے معاملے کو بہت سنجیدگی سے لے رہی ہے اور ریاست میں اس طرح کی اشتعال انگیزی کرنے والوں کو بخشا نہیں جائے گا۔

پولیس نے اس معاملے میں دفعہ 153A کے تحت مقدمہ درج کیا ہے جو مختلف برادریوں کے درمیان دشمنی پھیلانے سے متعلق ہے، اس میں تین سال تک قید کی سزا ہے، اس واقعہ پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے دہلی پولیس کے سابق کمشنر ایم بی کوشل نے بی بی سی کے نامہ نگار سلمان روی سے کہا ہے کہ اس معاملے میں اب تک اتراکھنڈ پولیس کو خود اس پروگرام میں شامل لوگوں کو گرفتار کر لینا چاہئے تھا جنہوں نے اشتعال انگیز تقریریں کی تھیں، ایم پی کوشل نے کہا 'بیان دینے کے بجائے اتراکھنڈ پولیس کو اب تک گرفتار کر لینا چاہئے تھا اور کیس سے متعلق جو ایف آئی آر درج کی گئی ہے، اس میں مزید دفعات لگائی جانی چاہئے تھیں، ہر چیز کا فیصلہ پولیس کے رویے سے ہوتا ہے'' اگر سخت کارروائی کی جاتی تو یہ دوسروں کے لئے سبق ہوتا۔

غیر ملکی میڈیا میں ہندوستان کی بے عزتی اتنی نہیں ہوئی تھی جتنی اب ہو رہی ہے، غیر ملکی میڈیا نہ صرف یہاں کے عوام اور حکومت پر انگلی اٹھا رہے ہیں، بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ کے معروف اخبار نیویارک ٹائمز نے اس واقعے کی خبر اپنے صفحہ پر دی ہے، جس کا عنوان ہے 'ہندو انتہا پسند مسلمانوں کے قتل کا مطالبہ، بھارت کے رہنما خاموش' خبر میں لکھا گیا ہے کہ 'اس ہفتے سیکڑوں دائیں بازو کے ہندو کارکنوں اور سنتوں نے ایک کانفرنس میں ایک آواز میں حلف لیا' وہ آئینی طور پر ایک سیکولر ملک کو ہندو قوم میں تبدیل کر دیں گے، چاہے اسے مرنا اور مارا جانا ہی کیوں نہ پڑے'' ہندو مہاسبھا کی رہنما پوجا شکون پانڈے نے کہا، اگر ہم میں سے 100 لوگ ان 20 لاکھ لوگوں کو مارنے کے لئے تیار ہیں تو ہم جیت جائیں گے اور ہندوستان کو ہندو راشٹر بنائیں گے'' اس کا اشارہ ملک کے مسلمانوں کی طرف تھا، اس نے کہا کہ مارنے اور جیل جانے کے لئے تیار رہو'' ''ایک کھچا کھچ بھرے آڈیٹوریم میں، دائیں بازو کے ہندو سنتوں نے باقی ہندوؤں سے ہتھیار اٹھانے اور مسلمانوں کو مارنے کی اپیل کی، ان میں ایسے بااثر مذہبی رہنما بھی تھے، جن کے وزیراعظم نریندر مودی کی حکمراں جماعت کے ساتھ قریبی روابط ہیں اور ان میں سے کچھ پارٹی کے رہنما بھی تھے، ممبرز بھی تھے'' گذشتہ ہفتے سوشل میڈیا پر اس تقریب کے ویڈیوز تیزی سے پھیلنے لگی۔ ابھی کے لئے، مسٹر مودی نے ایک خاص خاموشی برقرار رکھی ہے، جو تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ یہ ان کے سب سے بڑے حامیوں کے لئے سیکورٹی کی خاموش علامت ہے۔'' مزید برآں نیویارک ٹائمز اخبار لکھتا ہے کہ ہندوستانی پولیس جو انسانی حقوق کے کارکنوں اور مزاح نگاروں کو عدم ثبوت کی بنیاد پر بھی جیل بھیجنے کے لئے تیار ہے، اس معاملے میں کارروائی کرنے میں سست روی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ اخبار نے پولیس کے بعد اپوزیشن سیاست دانوں کی خاموشی بھی برقرار ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دائیں بازو کے ہندو قوم پرستوں نے اپنے ملک کو کتنا نقصان پہنچایا ہے، مسٹر مودی 2014 میں اقتدار سنبھالا تھا، پکڑے گئے۔

نیویارک ٹائمز اخبار لکھتا ہے ''اشتعال انگیز تبصرے آرہے ہیں جب مسٹر مودی کی بی جے پی کچھ ریاستی حکومتوں میں برسر اقتدار ہے اور اتر پردیش اور اتراکھنڈ میں انتخابات ہونے والے ہیں، مسٹر مودی اتر پردیش میں یوگی آدتیہ ناتھ کے لئے انتخابی مہم چلا رہے ہیں، جو ریست کے وزیر اعلی ہیں اور کئی بار مسلم مخالف نفرت کو ہوا دے چکے ہیں'' انتخابات کے موسم میں مسلمانوں کے خلاف تشدد کے کئی واقعات سامنے آئے ہیں، جن میں مسلمانوں کے کاروبار کو نشانہ بنانے کی کوششیں بھی شامل ہیں۔'' نیویارک ٹائمز لکھتا ہے کہ دائیں بازو کے ہندو قوم پرست برسوں سے آن لائن تشدد کو فروغ دے رہے ہیں، لیکن حال ہی میں تشدد سڑکوں پر پہنچا ہے۔ مسلمان پھل فروشوں کو سڑکوں پر مارا پیٹا گیا اور ہندو خواتین کو پھنسانے کا الزام لگا کر ان سے ان کی کمائی چھین لی گئی۔ مسلم کارکنوں کو انسداد دہشت گردی قانون کے ذریعے دھمکیاں دی گئی ہیں، امریکی میڈیا گروپ بلومبرگ نے بھی اس خبر کو اپنی ویب سائٹ پر پولیس کی تحقیقات' انسانی حقوق کی تنظیم ہیومن رائٹس واچ کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر کینتھ روتھ نے نیویارک ٹائمز کی خبر کو ٹویٹ کرتے ہوئے لکھا، ''ہندو انتہا پسند مسلمانوں کے قتل کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ بھارت بھر رہنماء چپ رہو'' واشنگٹن میں عرب خلیجی ریاستوں کے انسٹی ٹیوٹ کے سینئر ریذیڈنٹ اسکالر اسکالر حسین ہیش نے ٹویٹ کیا: ''مودی کی بنیاد کا اہم حصہ ایک بھرے آڈیوریم میں جہاں دائیں بازو کے ہندو سنتوں نے دوسرے ہندوؤں کو ہتھیار اٹھانے اور مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے کہا، بشمول بااثر مذہبی رہنما، جن کے مودی کی حکمراں پارٹی سے ترغیبی تعلقات ہیں اور بہت سے لوگ پارٹی کے ممبر ہیں''۔

ملک کو فرقہ پرست طاقت اور حکمرانوں نے ''ری پبلک بنانا' اور ریڈیو روانڈا بنا دیا ہے، ملک کے حالات مسلمانوں کے قتل عام کی طرف بڑھ رہے ہیں، حکومت کی خاموشی یہ بتا رہی ہے کہ یہ عادی مجرم حکومت کے اشارے پر اس طرح کی گھناؤنی حرکت کر رہے ہیں بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت اور فرقہ پرست قوتوں کی طویل حکمت عملی کا حصہ ہے اور یہ لوگ اپنے ناپاک منصوبے کو انجام تک پہنچانے کیلئے یہ ناپاک کھیل کھیل رہے ہیں، مسلمانوں کو مصلحت کی دبیز چادر سے باہر آکر اس کا مقابلہ کرنا ہوگا اور اپنے مذہبی اور انسانی حقوق کے لئے لڑنا ہوگا، مسلم بھائی کم از کم سکھ بھائی سے ہی کچھ نہ کچھ سبق سیکھ سکتے ہیں، اگر اس زہریلی ہوا کو نہ روکا، گویا تو یہ بدترین اور بھیانک طوفان میں تبدیل ہو سکتی ہے، ابھی صرف قتل عام کی دھمکی دے رہے ہیں، کل یہ لوگ اسے عملی جامہ بھی پہنا سکتے ہیں، کوئی سزا نہیں ملی، کیوں کہ یہاں کے جمہوریت کے چاروں ستون نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کے ساتھ انصاف ہو۔

Scanned with CamScanner

غیر منقوط لکھنے والے چند شعراء وادباء

عبدالرحمٰن مصوّر، بنگلور

ماضی میں کئی نامور علمی شخصیات نے اپنی غیر منقوط تحریروں کی نادر مثال قائم کی، ادباء وشعراء نے بھی اس میدان میں اپنے فنی کمالات کا مظاہرہ کیا۔

☆**رفیع احمد صبا متھراوی** کی تالیفات میں غیر منقوط ''مصدرِ الہام'' (96 صفحات اور اشاعت 1981ء) بھی شامل ہے جو حمدوں، نعتوں اور مختلف عنوانات والی رباعیات پر مشتمل ہے۔ اسی طرح سید اصغر حسین راغب مرادآبادی (1918-2011ء) کے کھاتے میں 104 صفحات پر مشتمل غیر منقوط نعتیہ کلام شامل ہے۔ ان کی ایک نعت کے دوشعر:

دلِ محرمِ سرور سوادِ حرم ہوا　　　اللہ الصمد کہ مسلسل کرم ہوا
محمد کو مراد و مدعا لکھ　　　دو عالم کا سہارا آسرا لکھ

☆**صادق علی انصاری قاسمی:** المعروف صادق علی صادقؔ بستوی دریابادی (1936-2018ء) کی کتاب ''داعیِ اسلام'' (1993ء) مکمل غیر منقوط سیرتِ طیبہ ہے۔ دراصل انہوں نے مولانا عبدالرحیم بستوی کے کہنے پر ولی رازی کی ''ہادیِ عالم'' کو نظم کے پیرائے میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ اس کا پیش لفظ گوپی چند نارنگ نے لکھا ہے۔ کتاب کے آغاز میں صادق علی (بے نقط نام ص علی ص) لکھتے ہیں:

ولی کی ہادیِ عالم ملی اک علم والے سے　　　ملا اک حوصلہ دل کو محرر کے مطالعے سے
ملا اک حوصلہ دل کو ملمع کردوں مصرعوں سے　　　معریٰ اس رسالے کو مرصع کردوں مصرعوں سے

ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ کی ایک حمدِ پاک کا مطلع اور مقطع اس طرح ہیں:

ہر دل کا سہارا، مرا اللہ مددگار　　　ہر دکھ کا مداوا، مرا اللہ مددگار
ہمدم ہی عدو ہو گئے اس دور کے طاہر　　　مسرور ہوں مولیٰ، مرا اللہ مددگار

اسی طرح ان کی ایک غیر منقوط نعت شریف کے دوشعر ملاحظہ ہوں:

درِ رسول ہے اور گام لڑکھڑائے ہوئے　　　مگر سرور کی اک آس ہوں لگائے ہوئے
مرے رسول کا اسوہ ہے ہر کسی سے ملو　　　گلے لگائے ہوئے، دل سے دل ملائے ہوئے

☆**سید محمد امین علی شاہ نقوی** کی 1985ء میں لکھی گئی نعتیہ کلام پر مشتمل کتاب ''محمد ہی محمد'' کے 240 صفحات ہیں۔ اس کے علاوہ عربی میں بھی ان کے دو غیر منقوط نعتیہ مجموعے، ''محمد رسول اللہ'' (1989ء) اور ''یا محمدؐ'' بھی ہیں۔ سید مختار گیلانی کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اردو، پنجابی، سرائیکی، عربی اور انگریزی میں نعتیہ کلام لکھا۔ 304 صفحات پر مشتمل اس کتاب کا عنوان ''محامد وراء المعرا'' ہے جس کے 19 ابواب ہیں۔ یوسف طاہر قریشی کی ''روحِ عالم'' (184 صفحات)، سید تابش الوریٰ کی ''سرکارِ دو عالم'' (180 صفحات)، کامران اعظم سوہدری کی ''مدحِ رسول''، عبدالمجید افضل منظر پھلوری (غیر منقوط تخلص 'سائل') کی تین کتابیں ''ماہِ حرا''، ''ارحمِ عالم'' اور ''والیِ لولاک'' ہیں جو صنعتِ غیر منقوط میں ہیں۔

اتر پردیش میں رامپور ضلع کے رہنے والے ایک وظیفہ یاب اسکول ٹیچر وقار الحسنین کی کتاب کے حالانکہ صرف 130 صفحات ہیں، لیکن اس کی تکمیل کے لئے انہیں 10 سال لگے۔ اس کتاب کا نام ''مرصعِ حلم'' ہے۔ اس میں غزلیں اور دیگر اشعار شامل ہیں۔ اسی عنوان کے تحت وقار سید نگلوی کا بھی ایک دیوانِ بے نقط پایا جاتا ہے۔

☆**محمد آصف قاسمی** گدرپوری کی غیر منقوط غزل کا ایک شعر اس طرح ہے:

درِ دل ہی اگر راس آئے سدا　　　دل سے کہہ دو مرے مسکرائے سدا

☆**سبیلہ انعام صدیقی** (پیدائش 1994ء کراچی) کی ایک غیر منقوط غزل دستیاب ہوئی ہے جس کا مطلع ہے:

وہ اس ادا سے دعا کرے گا
ہمارا ہو کر رہا کرے گا

جہاں تک جنوبی ہند کا تعلق ہے، علیم صبا نویدی نے اس صنعت پر ایک مضمون لکھا ہے اور انہوں نے بتایا کہ تمل ناڈو ہی کے سید مبرور صدیقی نے ایک غیر منقوط دیوان تیار کیا تھا لیکن وہ اس بات سے لاعلم ہیں کہ وہ شائع ہوا بھی یا نہیں۔ اسی طرح گلبرگہ سے تعلق رکھنے والے مگر چنئی میں مقیم ڈاکٹر محمد طیب خرادی نے بھی اس صنعت پر ایک مضمون تیار تو کیا ہے مگر ابھی اسے شائع نہیں کروایا۔ وہ عنقریب اسے چھپوانا چاہتے ہیں۔ شہر بنگلور (جالی محلہ) کے شاعر متولی محمد جعفر شریف (وفات 1964ء) کے دو دو تخلص ظفر اور عادل تھے۔ بعد از مرگ ان کا مجموعۂ کلام بعنوان ''انوارِ ظفر'' 2018ء میں ان کے فرزند متولی امیر خسرو مرحوم نے شائع کروایا۔ اس میں دو بے نقطہ نعوت اور دو غزلیں شامل ہیں جن کے ایک ایک شعر اس طرح ہیں:

نعت 1:　المدد احمدؐ رسولؐ اللہ　　　مہر و ماہِ ولا رسولؐ اللہ

....

نعت 2:　وہ رُو ہم کو اسدم دکھاؤ محمدؐ　　　کرو رحم للہ آؤ محمدؐ

....

غزل 1:　اور کا داد گر وہ دلا را ہوا　　　حاملِ درد لو دل ہمارا ہوا

....

غزل 2:　درِ دل گو کہ سراسر ہو کلامِ عادلؔ　　　واہ واللہ الم دل کا رہا لو دل کو

میسور یونیورسٹی کے سابق صدر شعبۂ اردو پروفیسر مسعود سراج کی غیر منقوط شعری تخلیق کے دوشعر اس طرح ہیں:

کہو اس سے کہاں آسودگی ہے　　　کہو گھر گھر وہی دکھ کی گھڑی ہے
کہاں دم لوں، کہاں آرام کرلوں　　　کہ ہر سو آگ سی ہر دم لگی ہے

کرناٹک کے ہری ہر سے تعلق رکھنے والے سر قاضی سید قمر الدین قمر کی ایک نعت شریف اس صنعت میں دستیاب ہے۔ انہوں نے اسے اپنے مجموعۂ کلام ''تجلیاتِ قمر'' میں شامل کیا ہے۔ نعت کا شعر ہے:

کہ اسمِ محمدؐ دوا درد کی ہے ☆☆☆ ہے رحم وکرم ہی ادائے محمد

ان کی غیر منقوط غزل کا ایک شعر اس طرح ہے:

مرے حصہ اس کی عطا آگئی ہے ☆☆☆ مرے کام ساری دعا آگئی ہے

کرناٹک ہی میں رائچور کے محمد یوسف شیدا رومانی (1939-2019ء) کا نام بھی اس صنعت کو استعمال کر کے لکھنے والوں میں آتا ہے۔ شیدا رومانی کی لکھی نعتِ شریف (جو ان کے مجموعۂ کلام ''درد کا سورج'' میں شامل ہے) کا مطلع یوں ہے:

اللہ کا کرم ہے، عطائے رسولؐ ہے ☆☆☆ ہر درد کو درود، دوائے رسولؐ ہے

شمالی ضلع بیدر کے محمد یوسف رحیم بیدری عرف میر بیدری کا ایک شعری مجموعہ ''بارش'' کے نام سے 2013ء کے دوران منظر عام پر آیا۔ اس میں ان کی 2 غزلیں صنعتِ عاطلہ (غیر منقوطہ) میں بھی شامل ہیں۔ ان غزلوں کے ایک ایک شعر دیکھیں:

علم اسلام کا ملا ہم کو
اس طرح 'لو گرو' حرام ہوا
وہ اطلاع دو کہ حالِ حد کرو
مگر سوار، اور رد و کد کرو

کولار گولڈ فیلڈ (کے جی ایف) سے تعلق رکھنے والی افسانہ نگار اور شاعرہ ذاکرہ شبنم نے اسی صنعت کو بروئے کار لاتے ہوئے ''اللہ احد'' اور ''صلی علیٰ محمد'' عنوانات کے تحت بالترتیب نثری حمدیہ نظم اور نثری نعتیہ نظم تخلیق کی ہے۔ تمل ناڈو کے شیخ محمد انورؔ قادری دلبر ترپاتوری کی بھی ایک غزل صنعتِ غیر منقوط میں دستیاب ہوئی ہے جس کا مطلع اس طرح ہے:

آگے آکے مرے رولا کے گئے　　　اس طرح سے وہ مسکرا کے گئے

رائے چوٹی، آندھرا پردیش کے ڈاکٹر امام قاسم ساقیؔ کی لکھی بے نقط غزل کا ایک غزل کا شعر ہے:

مری روح اُس سے ملی اِس طرح سے　　　کھلی دل کی کھڑکی اسی کی صدا سے

راقم الحروف (عبدالرحمٰن مُصوّر) نے بھی صنعتِ بے نقط کو اپناتے ہوئے ایک حمد، ایک نعت اور دو غزلیں لکھی ہیں۔ ان کے ایک ایک شعر یہاں پیش ہیں:

حمد
مرے عاصی دل کی اللہ سے دعا ہے
سدا اس کے ڈر سے ہی دھڑکے مرا دل

نعت
سُرور دل کو ملے گا اس سے
ہاں اسمِ احمدؐ لکھا کروں گا

اس سا کوئی سودائی ہے؟　　　سر کا سودا کر آئے گا!
دکھ اور الم ہمارا، اُس دم ہی ہاں ٹلے گا　　　دل کو سکوں ملے گا، ہمدم اگر ملے گا

بنگلور سے تعلق رکھنے والے اب میسور میں مقیم سعودی پلٹ جمشید بخت ابن مولانا محمد یوسف شرقی الجامعی مرحوم نے عربی اور اردو میں دعا مانگنے کے لئے بغیر نقطوں والے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ ان کی ایک اردو دعا اس طرح ہے: اے اللہ، ہر مسلم کی مدد کر۔ اس کو ہر اک سے اعلیٰ کر۔ سرورِ دو عالمؐ کی دعاؤں کا واسطہ، کلام اللہ کو ہمارا سہارا کردے۔ ہماری روح کو، ہمارے دلوں کو اس کا گھر کردے۔ ہمارا ہر عمل، عملِ صالح کردے۔''

فارسی میں مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی (1414-1492ء) کا دیوان غیر منقوط تخلص 'مادح' کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ فیضی کے چھوٹے بھائی، اکبر کے نورتنوں میں سے ایک نیز ''اکبر نامہ'' اور ''آئینِ اکبری'' کے خالق ابوالفضل المعروف ابوالفضل علامی بن شیخ مبارک (1551-1602ء) نے بھی اس صنعت کو استعمال کرتے ہوئے فارسی زبان میں تفسیر کلام پاک لکھی۔ انشاء اللہ خان انشاء، احمد مکرم عباسی، مولوی قبول محمد، قدرت اللہ بیگ راد ملیح آبادی، علی سلکشوری اور کمال الدین فراہانی کے نام بھی فارسی کے سلسلہ میں قابلِ ذکر ہیں۔ پنجابی میں محمد ابراہیم صائم چشتی اور زاہد مجید کاملؔ کے نام اس صنعت کے استعمال کے لئے مشہور ہیں۔

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (MMRM ITI)

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

کے درج ذیل ٹریڈس میں خواہش مند میٹرک پاس طلبہ داخلہ لے سکتے ہیں:

۱۔ڈرافٹ مین سول ۲۔فیٹر ۳۔الیکٹرانکس میکانک ۴۔پلمبر

ذیل میں دیئے گئے نمبرات پر مزید تفصیلات معلوم کرسکتے ہیں۔

رابطہ نمبر: 9304741811,8825126782,9065940134

سہیل احمد ندوی
سکریٹری

Scanned with CamScanner

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانیؒ۔ایک صاحب اسلوب نثر نگار

پروفیسر ڈاکٹر لطف الرحمٰن، سابق وزیر حکومت بہار

زیر نظر مضمون پروفیسر ڈاکٹر لطف الرحمٰن کا وہ مقدمہ جو انہوں نے ۲۰۱۳ء میں حضرت امیر شریعت سابعؒ کے ان مضامین کے مجموعہ پر لکھا تھا جو حضرتؒ نے شخصیات پر تحریر فرمائے اور جسے حافظ محمد امتیاز رحمانی جامعہ رحمانی مونگیر نے ''آئی جوان کی یاد تو آتی چلی گئی'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی بوریہ نشینوں کی اس روایت کے امین ہیں، جو صاحب سیف وقلم رہے ہیں، حق گوئی اور بے باکی جن کی شناخت رہی ہے، ملی جانثاری اور قومی دردمندی جن کا لائحۂ عمل رہا ہے، معرفت حق اور درس انسانیت وصداقت جن کا وطیرۂ زندگی اور مقصد حیات رہا ہے، جنہوں نے سیاسی، عمرانی، تہذیبی، ثقافتی، مذہبی اور عصری وسماجی زندگی میں مثبت قدروں کی ترویج واشاعت کو زندگی کا مرکز ومحور بنایا ہے، حضرت مولانا محمد ولی رحمانی انہیں صاحب کشف کرامت بزرگوں کی ایک زندہ یادگار ہیں، علم وعمل میں ممتاز بے نفسی اور بے بار یا زندگی میں یگانہ ،دردمندی اور فکر مندی میں آپ اپنی مثال ہیں، اور بلاشبہ اس عہد میں قطب کا درجہ رکھتے ہیں۔

وہ نہ صرف یہ کہ ایک عظیم الشان دینی ادارے کے سربراہ ہیں، جو عوام الناس میں جامعہ رحمانی مونگیر کے نام سے مشہور ہے، بلکہ مشہور اور مقبول خانقاہ، خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشیں بھی ہیں، جس نے تقریباً ایک صدی سے ریاضت ومعرفت حق کی شمع روشن کر رکھی ہے، وہ رحمانی فاؤنڈیشن کے بانی بھی ہیں، جس کے ذریعہ پورے ملک میں ملت کے نوجوانوں کی سائنسی تعلیم وتربیت کے لیے مسلسل کوشاں رہے ہیں، اور جن کی وجہ سے سیکڑوں غریب ونادار طلبہ (آئی آئی ٹی) اکاؤنٹنسی اور ریلوے اور دیگر حلقوں کے مسابقاتی امتحانات کے لیے تربیت کے مرحلوں سے گذرے اور جن کے شاندار نتائج سامنے آئے۔رحمانی فاؤنڈیشن اور رحمانی ۳۰ عصر حاضر میں جدید سائنسی اور ٹکنالوجیکل علوم کی راہ پر ملت کے نوجوانوں کے لیے مشعل راہ بن کر اپنی تاریخ مرتب کر چکے ہیں، اور یہ سارا کارنامہ سیدنا حضرت مولانا محمد ولی رحمانی کی ذات گرامی کی دین ہے۔

وہ امارت شرعیہ بہار وجھارکھنڈ اور اڈیشہ کے نائب امیر شریعت اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے روح رواں بھی ہیں، ان دونوں حیثیت سے بھی انکی خدمات تاریخ ساز اہمیت رکھتی ہیں، ہندوستان، بنگلہ دیش اور خلیج کے ممالک میں آپ کے دست مبارک پر بیعت ہونے والوں کی تعداد لاکھوں تک پہونچتی ہے، ملت پر جب کوئی برا وقت آیا، اپنے والد بزرگوار امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چل کر دشمنان قوم وملت سے نبرد آزمائی میں مصروف رہے، اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے، صحت کی کمزوری اور نقاہت کے باوجود ملک کے گوشے گوشے کا سفر کر کے انہوں نے ملت اسلامیہ کے لیے اخلاقی، قومی، مذہبی اور دینی تعلیمی بیداری کا ایک ایسا صور پھونک دیا ہے، جس نے عصر حاضر میں انقلاب وتغیر کی صحتمند اور سازگار فضا قائم کر دی ہے۔سر سید مرحوم نے عصری تعلیم کے میدان میں تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے۔حضرت مولانا رحمانی نے معیاری تعلیم کی شاہ راہ کھولی ہے جو ملت کو لازوال نعمت سے آشنا کر رہا ہے اور اس لحاظ سے انکی خدمت تاریخی اور لازوال ہے۔

ان تمام تر متنوع مصروفیتوں کے باوجود حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی صاحب تصنیف وتالیف بزرگ بھی ہیں، اور ایک صاحب اسلوب نثر نگار بھی، انہوں نے کم لکھا ہے مگر انکے مضامیں آمد کا نمونہ ہیں اور بے ساختگی کی منہ بولتی تصویر، میرے پیش نظر ان کے مضامین کا ایسا ایک مجموعہ ہے، جو ملت اسلامیہ کی عظیم شخصیتوں کی خاکہ آرائی اور یادوں پر مشتمل ہے، مثلاً حضرت مولانا شیخ محمد صاحب، حضرت مولانا عبدالجلیل چودھری صاحب، حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مولانا محمد شمیم صاحب (مکہ مکرمہ)، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب نقشبندی، حضرت مولانا ابوالعرفان صاحب وغیرہم جیسی نایاب اور عبقری شخصیتوں پر ان کی فکر انگیز تحریریں تاریخی اہمیت کی حامل ہیں، بلکہ فی نفسہٖ ہندوستان کی قومی، سیاسی، معاشرتی، اور تہذیبی ومذہبی زندگی کی جیتی جاگتی تاریخیں ہیں، یہ شخصیتیں اپنے اپنے حلقہ کار میں تبلیغ اور تحفظ دین کا فریضہ بھی انجام دے رہی تھیں، ملی رہنمائی بھی کر رہی تھیں، روحانی اور داخلی زندگی کے میر کارواں کی حیثیت بھی رکھتی تھیں، اور سوشل سائنٹسٹ کی حیثیت بھی غیر معمولی خدمت کا سرچشمہ تھیں، جن کے قول وعمل میں مکمل امتزاج، یکسوئی اور عمل میں حرکت کی توانائی کارفرما تھیں، حضرت مولانا محمد ولی رحمانی کی شخصیت بھی انہیں اوصاف کا حسین گلدستہ ہے، اس لیے وہ مذکورہ بالا شخصیتوں کے محاسن وخصائص کے مشاہدے میں نہ صرف یہ کہ کامیاب رہے، بلکہ اپنے تأثرات کو ایک ایسے اسلوب میں قلم بند فرمایا، جو اردو کے اسالیب کے مختلف محاسن کا شاندار امتزاج ہے۔

اس کتاب کا دوخاکے حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کی شخصیت وسیرت پر مبنی ہے، جو دارالعلوم دیوبند کی علمی ودینی تحریک وروایت کے ایک گوہر بے بہا تھے۔وہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدس سرہ العزیز کے شاگرد رشید معتمد علیہ اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصروں میں تھے، دیوبند سے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں علم دین کی توسیع کی خدمت انجام دی، حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے حکم کی تعمیل میں ۱۹۱۳ء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور درمیانی کچھ برسوں سے قطع نظر ساری زندگی اسی درس وتدریس کے مرکز میں گذار دیے۔خالص علمی آدمی تھے، کسی قسم کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی تحریکوں سے دلچسپی نہ تھی، ان کی یادگار کوئی مستند دینی اور مذہبی تصنیف بھی نہیں ہے، سلم العلوم کی شرح ضیاء النجوم ان کی تخلیقی زندگی کا ایک سرمایہ بے بہا یقیناً ہے، اور دوسرا یادگار سرمایہ غیر مطبوعہ شرح ترمذی شریف ہے، دراصل وہ بنیادی طور پر صرف مدرس تھے، اپنی اٹھاون سالہ تدریسی زندگی میں انہوں نے کئی نسلوں کی تہذیب وتربیت کی، تصوف سے شغف رکھتے تھے، حضرت شیخ الہند سے بیعت تھے، لیکن حضرت مولانا عبدالقادر قدس سرہ سے اجازت وخلافت حاصل کی اور عمر کے اخیر حصہ میں اپنے ہی ایک شاگرد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ قدس سرہ کی روحانی فضیلت سے متاثر ہو کر ان سے بھی خلافت حاصل کی، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے عقیدت کا گہرا رشتہ رکھتے تھے، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، ایک فرد واحد جن کی ذات میں ہزاروں علماء باعمل پنہاں تھے، بلاشبہ وہ اس جماعت کی نشانی تھے، جنکے امیر حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدس سرہ تھے۔

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ان کی عالمانہ بصیرت وبصارت اور انکی شخصیت وسیرت کے حوالہ سے ان کی داستان زندگی کی تصویر کشی پر اثر اور دلچسپ پیرائے میں کی ہے۔حضرت موصوف کی شخصیت کی سادگی اور پرکاری کو مضمون نگار نے اپنے اسلوب کی تہداری اور طرحداری سے اردو نثر کا ایک قابل قدر سرمایہ بنا دیا، مولانا دریابادی کی طرح مولانا محمد ولی صاحب کی تحریر میں اختصار، جامعیت، موزونیت اور لفظوں کا بہت ہی تخلیقی اور برمحل استعمال ہوتا ہے، چھوٹے چھوٹے جملوں میں وہ سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنی بات کہہ جاتے، اور کہتے چلے جاتے ہیں، کہیں تصنع، بناوٹ اور تکلف کا شائبہ نہیں، ایک روشن دماغ اور تخلیقی ذہن پر مبنی شخصیت جس طرح لفظوں کے کم سے کم استعمال میں زیادہ وسعت معانی پیدا کر سکتی ہے، اس کا نہایت ہی حسین نمونہ مولانا محمد ولی رحمانی کی طرز تحریر ہے، بنیادی طور پر ولی رحمانی صاحب کی طرز تحریر اس روایت کی ترقی یافتہ جدید شکل ہے، جس کا سنگ بنیاد علماء کرام نے رکھا تھا، خاص طور پر حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے اسالیب تحریر کا خوبصورت اور پراثر سلسلۂ مکالمات مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی طرز تحریر کا بنیادی وصف ہے، اس حیثیت سے وہ عصر حاضر کے علمی، ادبی، نثر نگاروں میں اپنی منفرد شناخت رکھتے ہیں۔

علماء میں ''شاہ جہاں'' بھی ایک تأثراتی مضمون ہے، یہ حضرت شاہ محمد عبدالرحیم صاحبؒ (جے پور) کی شخصیت وسیرت اور دینی ومذہبی حمیت وجہت پر مبنی ہے، اس مضمون کے آغاز میں حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نے جے پور کے آگرہ روڈ پر واقع ڈھاٹ گیٹ قبرستان میں آسودہ بزرگوں کی تصویر کشی مختصر مگر پراثر لفظوں میں اس طرح فرمائی ہے کہ اس قبرستان کے مکینوں کی زندہ ومتحرک تصویریں نگاہوں کے سامنے رقصاں ہو جاتی ہیں، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کی شخصیت وسیرت کا احاطہ کرتے ہوئے ''لا'' اور ''الا'' کی ضرب کی استعاراتی اہمیت کو صوفیائے جلال وجمال کی ہم آہنگی کے ساتھ اس طرح پیش کیا ہے، کہ جس سے نہ صرف یہ کہ شاہ عبدالرحیم صاحب کی شخصیت کے مختلف عناصر روشن ہوتے ہیں، بلکہ خود مضمون نگار کی کشف وکرامت اور زندگی کے پنہاں گوشے نمایاں ہو جاتے ہیں۔

اگلا مضمون مولانا مسعود شمیم کی زندگی کی نقش آرائی پر مشتمل ہے۔حضرت مولانا محمد مسعود شمیم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے ناظم تھے، ان کی زندگی سراپا خلوص وصداقت اور سادگی وشفقت سے عبارت تھی، حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی دیار حرم کی حاضری کے سلسلہ میں اپنے ممدوح کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی بے تکلف غیر مصنوعی اور بے ساختہ روایتوں سے مستفید ہوتے، مولانا محمد ولی رحمانی مولانا شمیم قدس سرہ کی درویشانہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کی حقیقت پسندانہ مگر زندہ ومتحرک عکاسی کی ہے، جس سے اس امر کا اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کو اپنے قلم پر مکمل گرفت ہے، وہ اپنی سوچ میں یکسوئی اور اپنے فکر وتخیل میں بدرجہ اتم جامعیت اور بے ساختگی رکھتے ہیں، یہ ان کے طرز نگارش کی انفرادی پہچان ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تہذیب وترتیب اور ضبط وانضمام کی بے پناہ صلاحیت کے حامل مولانا محمد ولی رحمانی کی تحریر میں فطری بہاؤ، تحمل اور خلوص وصداقت موجود ہے افضل حسین صاحب قیم جماعت اسلامی ہند کی رحلت پر مولانا محمد ولی رحمانی کا قلم وسیع النظری اور بے لاگ ارادت کا پرخلوص اظہار ہے۔اور اس حقیقت کی شہادت بھی دیتا ہے کہ وہ جماعتی اور گروہی حد بندیوں سے بہت بلند ہیں اور اعتراف حقیقت وشخصیت میں تعصب کو روکاوٹ نہیں بننے دینے والی شخصیت کے مالک ہیں۔حضرت مولانا عبدالجلیل چودھری امیر شریعت آسام کے انتقال پر ان کا تأثراتی مضمون ان کی ایک یادگار تحریر ہے، ان کی شخصیت کی تصویر کشی کرتے ہوئے مولانا محمد ولی رحمانی لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا کی یاد آتی ہے، تو ان کا سراپا آنکھوں میں پھر جاتا ہے، ان کی شخصیت کے بہت سے گوشے ذہن میں ابھرنے لگتے ہیں، ان کی بہت نرم گفتگو اور گرما گرم تقریر حافظہ میں تازہ ہو جاتی ہے۔قد میانہ، جسم نحیف، رنگ صاف، آنکھیں روشن، قدم متوازن، اور ان سب سے الگ، ہزاروں میں پہچانی جانے والی بات، ان کے لباس میں تھی، کرتا عربوں کی طرح لانبا، اس پر عبا، رومال، عقال ہمیشہ زیب تن کرتے، اس لباس نے ان کے وجود میں جاذبیت اور وقار کا اضافہ کر دیا تھا، ......، وہ ایک بلند پایہ عالم، عمدہ مقرر، ایک بہت بڑے مدرسہ کے ذمہ دار اور اجتماعی کاموں کو خوبی اور خوش اسلوبی سے انجام دینے والے بزرگ تھے ،اور سب سے بڑی بات ان کا نالہ نیم شبی او رآہ سحر گاہی تھی، قرآن مجید سے شغف تھا، دین کے لئے سچی تڑپ تھی، اور اس کے لئے سب کچھ تج دینے کا حوصلہ تھا، ان چیزوں نے مل ملا کر ان کی شخصیت میں جاذبیت پیدا کر دی تھی۔'' مولانا موصوف کی پیکر تراشی اس زندہ جاوید طرز اظہار میں ہوئی ہے کہ پورا سرمایہ نگاہوں کے سامنے پھر جاتا ہے، یہ حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کی قوت بیانیہ کا حسن ورعنائی ہے۔حضرت امیر شریعت آسام کی پوری زندگی کے انہماک واشغال کی اتنی جامع تصویر کشی آسان نہ تھی، یہ اسی وقت ممکن ہے، جب قلم کار کے ذہن میں خلوص، وضعداری، محبت اور بے ریائی ہو، یہ طرز نگارش خاص مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی ایجاد ہے۔

دراصل مولانا محمد ولی صاحب رحمانی شہرت ونا موری سے بے نیاز برسوں مختلف رسائل میں مختلف ناموں سے لکھتے رہے ہیں، یہ راز ان کے مضمون ''شاہد رام نگری'' میں افشا ہوا، اس سلسلہ میں خود مولانا محمد ولی رحمانی رقم طراز ہیں۔

''میں نے کئی برسوں ''چٹان'' لاہور کا مطالعہ کیا تھا، شورش مرحوم کے قلم کی جولانی اور زبان کی روانی سے متاثر تھا، میرے مضامین ''چٹان'' میں مختلف قلمی ناموں سے بھی آچکے تھے، اور شورش صاحب نے یہ جانے بغیر کہ مضمون نگار نوآموز ہے دل کھول کر میری تحریر پر داد دی تھی۔

ایک موقع پر اردو کے ایک کثیر الاشاعت اخبار میں امارت شرعیہ سے متعلق ایک سخت اداریہ سامنے آیا، امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ نے اسے پڑھ کر اپنے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد ولی رحمانی کو اس کا ایجابی انداز میں جواب لکھنے کی ہدایت فرمائی۔حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی اس حوالے اور چٹان لاہور کے واسطے سے لکھتے ہیں: (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

Scanned with CamScanner

لڑکیوں کی تعلیم: مشکلات، چیلنجز اور حل

مفتی امانت علی قاسمی حیدرآباد

مخلوط تعلیم نے سماج پر جو منفی اثرات مرتب کئے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غیر مسلم لڑکی، مسلم لڑکے کے ساتھ شادی کر لیتی ہے، تو کہیں مسلم لڑکی، غیر مسلم لڑکے کے ساتھ شادی کے بندھن میں بندھ جاتی ہے اور اس میں عام طور پر مذہب کو صحیح سمجھ کر اور حق جان کر مذہب کی تبدیلی نہیں ہوتی ہے، بلکہ زیادہ تر خواہش نفس اور الفت و محبت کی بند آنکھوں سے دوسرے مذہب کو قبول کیا جاتا ہے۔ یہاں بحث صحیح اور غلط سے نہیں ہے؛ بلکہ حقیقت واقعہ کا بیان ہے، تبدیلی مذہب کی یہ دونوں تصویر ہندوستانی سماج میں ایک عرصے سے رائج ہے۔ لیکن اب صورت حال بدل رہی ہے اگر کوئی غیر مسلم لڑکی مسلمان لڑکے سے شادی کرے تو اس کو لو جہاد (Love jihad) کا نام دے کر اس لڑکی کو پریشان کیا جاتا ہے اور اس سے کہیں زیادہ اس لڑکے اور اس کے گھر والوں کو ٹارچر کیا جاتا ہے، جس نے اس لڑکی سے شادی کی ہے، اس کے خلاف کیس درج کیا جاتا ہے، اس کے خلاف احتجاج ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر سماج میں کوئی مسلم لڑکا کسی غیر مسلم لڑکی سے شادی کر لے تو پورا سماج اس کا مخالف ہو جاتا ہے، اس سے کٹ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے ماں باپ بھی اس سے اپنا رشتہ توڑ لیتے ہیں، یہ ایک خوف و ہراس اور دہشت کا ماحول پیدا کر دیا گیا ہے۔

آج اگر کوئی غیر مسلم لڑکا یا لڑکی اسلام کو صحیح سمجھ کر اس کو حق جان کر اسلام مذہب قبول کرے تو اس کو بھی ہراساں کیا جاتا ہے اور گھر واپسی پر مجبور کیا جاتا ہے اور اس کے دفاع میں کوئی سامنے نہیں آتا ہے اور نہ ہی حقوق انسانی کی کمیشن، اور حقوق نسواں کی تحریک بیدار ہوتی ہے، ہادیہ کی مثال موجود ہے جس نے اسلام کو سمجھ کر اور حق جان کر قبول کیا اب اسے پریشان کیا جا رہا ہے، اس کے عزم و استقامت کو سلام کرنا چاہیے کہ غیر مسلم تنظیموں اور اس کے ماں باپ کی تمام تر کوششوں کے بعد بھی وہ اسلام پر ڈٹی ہوئی ہے، لیکن ایک مایوس کن پہلو بھی ہے کہ ہادیہ کا کیس صرف اس کا شوہر لڑ رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ مسلم تنظیموں کو اس سلسلے میں آگے آنا چاہیے۔

تصویر کا ایک دوسرا رخ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلم بچی غیر مسلم کے ساتھ شادی کر لے تو اس پر کوئی ایکشن نہیں ہوتا ہے، بلکہ ایسے لڑکے کی ہندو تنظیمیں حوصلہ افزائی کرتی ہیں، اس سے بھی تکلیف دہ اور خطرناک صورت حال یہ ہے کہ بعض غیر مسلم تنظیمیں جیسے ہندو جاگرن منچ، بھارت سیوا آشرم سنگھ وغیرہ مسلم بچیوں کو غیر مسلم گھرانوں کی بہو اور اس کو ہندو بنانے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں اور اس طرح کے واقعات کثرت سے پیش آرہے ہیں کہ غیر مسلم لڑکے، مسلم لڑکیوں کو جھوٹی محبت کے جال میں پھنسا کر اس کے اسلام کا سودا کر لیتے ہیں اور زیادہ تر امیر گھرانے کی لڑکیوں پر ہی جال ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یوپی میں بی جے پی کے ایک لیڈر نے بیان دیا ہے کہ ہم چھ مہینے میں اکیس سو مسلم لڑکیوں کو غیر مسلم گھر کی بہو بنا لیں گے، یہ بہت ہی تشویش ناک پہلو ہے اور اس سمت میں بڑی تیزی سے عمل جاری ہے بی بی سی نے ایک مسلم لڑکی کا انٹرویو شائع کیا ہے، جس نے ہندو لڑکے سے شادی کر لی تھی اس لڑکی نے بتایا کہ میں نے ایک ہندو راجپوت گھرانے کے لڑکے سے شادی کی تھی جو میرا ہم جماعت تھا اور مجھ سے بہت محبت کرتا تھا، میں نے اپنے ماں باپ کی مرضی کے خلاف اس سے شادی کر لی، دو تین دن اچھے گزرے، انہوں نے نہ مجھے پوجا پاٹ کے لیے کہا اور نہ ہی کسی کی کوئی بدتمیزی میرے ساتھ کی، چوتھے دن میرا شوہر اپنے ساتھ اپنے کچھ رشتہ دار لڑکوں کو بھی میرے روم میں لے کر آیا اور سب نے میرے ساتھ زبردستی کی، میں اپنے شوہر کو پکارتی رہی کہ وہ میری مدد کرے مگر وہ صرف دیکھتا رہا اور ہنستا رہا اور اس نے بھی سب کے سامنے منہ کالا کیا اور مجھے ادھ مری حالت میں دور کچرے کے ڈھیر کے پاس چھوڑ دیا، بہت دنوں تک میرا خون بہتا رہا، بڑی مشکل سے میری جان بچ پائی ہے۔ اس نے اپنے انٹرویو میں مسلم لڑکیوں کو پیغام بھی دیا ہے کہ آر ایس ایس، بجرنگ دل کی سازشوں سے ہوشیار رہیں، اور اپنے ماں باپ کی عزت کریں، ان کے فیصلے کا احترام کریں اور بخوشی ان کے فیصلے کو قبول کریں۔

یہ ایک واقعہ ہے اس طرح کے واقعات آئے دن پیش آرہے ہیں جو ایک مسلمان کے رونگٹے کھڑے کر دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات کیوں پیش آرہے ہیں اور اس کو کس طرح انجام دیا جا رہا ہے؟ غور کریں تو اس کا بنیادی سبب مخلوط تعلیم ہے، مخلوط ملازمت کے راستے بھی اس واقعہ کو انجام دیا جاتا ہے، لیکن مرکزی کردار مخلوط تعلیم کا ہے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنی بچیوں کے ایمان کی حفاظت کریں، اس کی عزت و ناموس اور اس کی دنیا و آخرت کو تباہ ہونے سے بچائیں تو ضروری ہے کہ ہم ان مسائل اور وسائل پر سنجیدگی سے غور کریں، (بقیہ صفحہ ۱۰ر پر)

بقیہ۔ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانیؒ۔ ایک صاحب اسلوب نثر نگار۔۔۔۔

میں نے ابوالکلامی لب ولہجہ میں جواب لکھا، دارالعلوم کی طالب علمی کو زیادہ دن نہیں بیتے تھے، عربی تعلیم اور فنی کتابوں کے پڑھنے کا اثر زبان اور قلم دونوں پر تھا، اس لئے میری جوابی تحریر میں عربی الفاظ بھی بے ارادہ داخل ہو گئے تھے، والد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے میرا جوابی مضمون دیکھا اور فرمایا ''لکھا دوسروں کے لئے جاتا ہے، اسلئے زبان وہ استعمال کرنی چاہئے جسے عام پڑھنے والے سمجھ سکیں، اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ گرم انداز بیان دماغ کو متاثر کر سکتا ہے، اور نرم اسلوب دل کو چھو لیتا ہے''۔ امیر شریعت رابعؒ نے جس انداز میں اپنے فرزند دلبند حضرت مولانا محمد ولی رحمانی کی تہذیب و تربیت فرمائی ہے، اس کا ایک ہلکا سا خاکہ یہاں روشن ہوتا ہے، جس کا اثر آج بھی حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کی تحریروں پر نمایاں ہے۔

شاہد رام نگری کی شخصیت قومی و ملی سوجھ اور زبان و بیان کی سادگی و روانی اور چاشنی و شیرینی کا امتزاج تھی، جو ہر مرحلہ زندگی میں اپنا اظہار کرتی رہی ہے، شاہد رام نگری کی صحافتی زندگی اور اردو ہندی زبانوں پر ان کی گرفت اور ان کی بے ریا اور بے تکلف شخصیت کا اتنا پر اثر اظہار جس سے شاہد رام نگری کی وضعداری کا عکس روشن ہوتا ہے، جو اساسی طور پر خود مولانا محمد ولی رحمانی کی وضعداری کا آئینہ ہے۔

حضرت مولانا ابوالعرفان صاحب ندوی حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کے استاذ تھے، جن سے حضرت مولانا رحمانی کو گہری عقیدت و محبت تھی، ان کے انتقال کی خبر سے مولانا محمد ولی رحمانی بے حد دل برداشتہ ہوئے، چنانچہ انہوں نے ایک موضوعی تأثراتی مضمون اس انداز میں قلم بند کیا کہ جس سے ان کے استاد کی زندگی، شخصیت و مزاج و کردار کے مثبت اور مہذب پہلو سامنے آتے ہیں، یہ مضمون قدرے طویل ہے، اس کی وجہ سے ابوالعرفان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت و سیرت کے تفصیلی مطالعہ میں مدد ملتی ہے، اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف تہذیب و ادب کی جاندار روایتوں کے امین رہے ہیں۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ پر ان کا مضمون ''ماہرین علم و ادب خادم دین متین'' بھی توجہ طلب ہے۔ حضرت مولانا محمد ولی صاحب مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے سلسلے میں لکھتے ہیں: ''مولانا عبدالماجد دریابادی مفکر تھے، فلسفی تھے، ادیب تھے، بڑے نقاد اور طنز نگار تھے، شارح قرآن تھے، شریعت کے بڑے پابند اور طریقت کے رمز آشنا تھے، وہ بہت کچھ تھے، ان کے علم میں گہرائی اور گیرائی تھی جس نے ان کے سادہ جملوں میں نکھار اور روشنی بخش دی تھی۔'' مضمون نگار نے ان جملوں میں مولانا عبدالماجد کی تمام فضیلتوں کا تقریباً احاطہ کر لیا ہے، یہ دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے، اس اجمال کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے، حقیقت یہ ہے کہ مولانا دریابادی نے مختلف سطح زندگی سے قومی، ملی، اور معاشرتی خدمات انجام دیں، جس طرح ان کا مطالعہ لامحدود تھا، اسی نسبت سے ان کے تجربات مشاہدات میں بھی ہمہ گیری اور آفاقیت تھی، جس نے ان کو کسی حد تک حیوان ظریف بھی بنا دیا تھا، اس جہت سے وہ غالب کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، ایک واقعہ ان کی اس شگفتہ مزاجی کی دلیل ہے، مولانا دریابادی فلم بینی کے کٹر مخالف تھے، ایک بار فلم دیکھتے ہوئے پکڑے گئے، کسی نے پوچھا حضرت یہ کیا؟ فرمایا ''بدی کے مطالعہ کے لیے آیا ہوں'' اس ایک جملے سے ایک ظریفانہ طبیعت کا اندازہ ممکن ہے، اس سے قطع نظر وہ ایک صاحب اسلوب نثر نگار تھے، حضرت مولانا محمد ولی رحمانی کی درج ذیل رائے سے اتفاق ناگزیر ہے:

''جس امتیاز نے انہیں میر مجلس بنا دیا، وہ ان کی ادبی حیثیت ہے، تحریر کا وزن ہے، لکھنے کا چوکھا انداز اور اور ادا ہے، انہوں نے اپنے قلم سے لفظوں کے برتنے کا فن سکھایا، اور جملوں کی ترتیب کی تہذیب بنائی'' ایک لفظ بھی درج بالا اقتباس میں ایسا نہیں جو سرنگوں نظر آئے، حضرت مولانا محمد ولی رحمانی نے ان کی تحریروں اور تبصروں کے ذکر سے ان کی شخصیت و سیرت کے اہم پہلوؤں اور ان کی تحریر کے اختصار اور جامعیت کا منطقی اور معروضی جائزہ لیا ہے، جس نے ان کے اس مضمون کو بہر جہت قابل قدر بنا دیا ہے۔

حضرت مولانا عبدالوحید صدیقی صاحبؒ کا خاکہ ''چچا جان'' کے عنوان سے میرے پیش نظر ہے، خاکہ نگاری میں اردو کے مشاہیر شاہد احمد دہلوی، رشید احمد صدیقی، مرزا فرحت اللہ بیگ اور عبدالحق ابدی شہرت و مقبولیت رکھتے ہیں، ان مشاہیر نے جن لوگوں کے خاکے لکھے، انہیں بھی اپنے قلم اور حسن رقم سے زندہ جاوید بنا دیا، مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اردو کے تمام اہم خاکہ نگاروں کی تحریریں ان کے زیر مطالعہ رہی ہیں، خاص طور پر انہوں نے شاہد احمد دہلوی، رشید احمد صدیقی، اور انجم مانپوری، کے سرمایہ ادب سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے، جس نے ان کی طرز تحریر کو تخلیقی گہرائی، شگفتہ بیانی اور اظہار کی گیرائی کا گلدستہ بنا دیا ہے، حالانکہ ان کی تحریریں عربی اور فارسی اشعار اور آیات قرآنی سے مزین ہوتی ہیں، لیکن اسلوب کی روانی، دلکشی، حسن معنویت اور خلوص اظہار میں کسی کمی کا احساس نہیں ہوتا ہے، مولانا عبدالوحید صدیقی پر ان کی تخلیقی تحریر سے درج ذیل اقتباس اس سلسلہ میں ایک عمدہ نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے: ''چچا جان مولانا عبدالوحید صدیقی صاحب کو گذرے چوتھائی صدی بیت گئی، یہ عرصہ کم نہیں ہوتا، کتنی یادوں کے نقوش مدھم ہو گئے، کتنے واقعات حافظہ سے مٹ گئے، وقفہ برسوں کا ہو گیا ہے، ابھی میرا جسم بیمار ہے، دماغ تھکا تھکا سا ہے۔ ایسے میں چراغ دل جلا کر یادوں کے دیئے روشن کئے ہوا ہوں۔ محسوس ہوتا ہے کہ حالات، واقعات اور روایات کا کارواں بند آنکھوں کے سامنے سے گذر رہا ہے، جنہیں دیکھ کر دماغ کو تازگی، دل کو فرحت اور قلم کو جلا مل رہی ہے، یہ چند صفحات انکی شفقتوں اور عنایتوں کا حق ادا نہیں کر سکتے، لیکن یہ لکیریں گواہی دیتی رہیں گی کہ شرافت اور روایت کی یادیں، مہمان نوازی اور وضعداری کی یادیں، محبت اور شفقت کی یادیں زندہ ہیں زندہ رہتی ہیں۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔

اس مجموعۂ مضامین میں ایک اہم خاکہ نظر میں ابتک سما رہے ہیں، مولانا محمد علاء الدین صاحب مرحوم کی شخصیت و سیرت پر مبنی ہے، جن سے حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کے تیس سالہ روابط رہے ہیں، وہ جامعہ رحمانی مونگیر کے اساتذہ کی صف میں شامل تھے، وہ مولانا رحمانی کے ساتھ جامعہ رحمانی، خانقاہ رحمانی، مسلم پرسنل لا بورڈ وغیرہ کے سلسلہ میں خلوص اور صداقت کے ساتھ ہمرکاب رہے ہیں، وہ جامعہ رحمانی اور اساتذہ رحمانی کے درمیان ایک فعال اور متحرک کردار کی حیثیت رکھتے تھے، ان کی خاکہ آرائی کرتے ہوئے مضمون نگار نے ڈرامائی حسن و خوبی کے ساتھ مولانا علاء الدین کی شخصیت کا زندہ جاوید بنا دیا ہے، مولانا رحمانی کی طرز تحریر کا یہ بھی ایک زندہ کرشمہ ہے، اسی طرح مولانا محمد سعید مسعودی، جناب ابوالفیض سحر مرحوم، میر واعظ محمد فاروق، وغیرہ کی زندگی اور کارناموں پر مولانا محمد ولی صاحب کی زندہ تحریروں نے نہ صرف یہ کہ ان خادمان قوم و ملت اور مشاہیر علم و ادب کو ادب اور تاریخ کے صفحات میں حیات ابدی بخش دی ہے، بلکہ مدارس اسلامیہ کی تحریک اور تعلیم کا اجمالی سطح پر ایک خوبصورت تاریخی جائزہ بھی پیش کر دیا ہے، جس کی روشنی میں بیسویں صدی کی قومی، ملی، معاشی سیاسی اور اسلامی روایات کا ایک معروضی جائزہ ممکن ہے، جس کے لیے حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی شکریہ کے یقیناً مستحق ہیں، میں صرف اتنا ہی عرض کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔

برادر عزیز حافظ محمد امتیاز رحمانی اس مجموعۂ مضامین کے مرتب ہیں، ان کی تقریباً نصف درجن ایسی کوششیں قارئین سے تحسین حاصل کر چکی ہیں، وہ خانقاہ رحمانی کے دیگر فلاحی، تعلیمی اور دینی کاموں سے وابستہ ہیں، وہ ملک کے مختلف علاقوں میں مولانا محمد ولی رحمانی کے ساتھ بسا اوقات ایسی تعلیمی اور اصلاحی کانفرنسوں میں سرگرمی کے ساتھ شریک رہے ہیں، جن میں مجلس مشاورت، مسلم پرسنل لا بورڈ اور تحریک اصلاح معاشرہ بھی ہے، جو ملک گیر سطح پر دینی ملی اور انسانی خدمات کا فریضہ انجام دیتی رہی ہیں، انہیں مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کا اعتبار حاصل ہے، یہ ان کی سب سے بڑی خوش نصیبی ہے، کہ حافظ امتیاز رحمانی نے اپنی دنیا اور اپنی عاقبت دونوں ہی کے لیے مثبت زاد راہ اکٹھی کر لی ہے، اس سے بڑھ کر قابل تحسین بات یہ ہے، کہ ان کا خانوادہ بھی ابتداء ہی سے خانقاہ رحمانی سے وابستہ و پیوستہ رہا ہے، جس نے اس خانوادہ کو فلاح دارین کا مستحق بنا دیا۔

حافظ امتیاز رحمانی اشہب قلم کے معتبر شہسوار ہیں، وہ سفر میں ہوں کہ حضر میں ان کا قلم ان کی فکر اور ان کا ذہن ملی، انسانی اور دینی مسائل پر جدلیاتی سطح پر محو سفر رہتا ہے، جس نے انہیں اتنی اہم کتابوں کا مرتب بنا دیا۔

حضرت رحمانی صاحب کے مضامین کا یہ مجموعہ کئی اعتبار سے حافظ امتیاز رحمانی کا ایک شاندار اور یادگار کارنامہ ہے، جس کے لیے قارئین ان کے ممنون و مشکور رہیں گے۔

اس کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

طب وسائنس

پپیتے کے بے شمار فوائد

پپیتا ایک مکمل غذا ہے، روزمرہ کی کچھ غذائی ضروریات مثلاً پروٹین، معدنی اجزا اور وٹامنز اس پھل سے بخوبی حاصل ہو جاتے ہیں' اس پھل میں پکنے کے مرحلے میں بتدریج وٹامن سی کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس کے کاربوہائیڈریٹس کے اجزا تبدیل شدہ صورت یعنی شکر میں ہوتے ہیں جو آسانی سے ہضم ہونے والی غذا ہے۔ پپیتا زبردست طبی خواص رکھتا ہے جنہیں زمانہ قدیم میں ہی جان لیا گیا تھا۔ یہ پھل نہ صرف آسانی سے خود ہضم ہوجاتا ہے؛ بلکہ دوسری غذاؤں کو ہضم ہونے میں بھی مدد دیتا ہے۔ پکا ہوا پپیتا نشوونما پاتے ہوئے بچوں کیلئے عمدہ ترین ٹانک ہے۔ بچوں کو دودھ پلانے والی خواتین اور حاملہ خواتین کیلئے بھی اعلیٰ درجہ کی توانائی بخش غذا ہے۔

معاون هضم

پپیتا کے اجزا کی جدید طبی تحقیق نے ان خوبیوں کی تصدیق کی ہے کہ جو پرانے وقتوں سے اس سے منسوب ہیں۔ ان خوبیوں میں سب سے اہم وہ معاون ہضم اجزا ہیں جو اس کے دودھیا رس میں پائے جاتے ہیں۔ یہ پروٹین کو ہضم کرنے والے انزائمز پر مشتمل ہوتا ہے۔ دودھیا رس پودے کے تمام حصوں میں پایا جاتا ہے۔ ہضم کے عمل میں یہ انزائمز بیسن سے مشابہ ہیں۔ یہ جسم کے انزائمز کو خوراک کی غذائیت جز و بدن بنا کر توانائی کی اور جسم کی تعمیر کرنے والے مادے فراہم کرتا ہے۔

انتڑیوں کے امراض

کچے پپیتے میں پایا جانے والا جز و پاپائن معدے کے سیال کی کمی، معدے کی غیر مفید سطح سیال کی بہتات، بدہضمی اور انتڑیوں کی خراش میں بہت مفید ہے۔ پکا ہوا پپیتا آئے دن لاحق ہونے والی قبض، خونی بواسیر اور پرانے اسہال کو دور کرتا ہے۔ پپیتے کے بیجوں کا جوس بھی فساد ہضم اور خونی بواسیر میں کارآمد ہے۔ پلیٹ لیٹ کی کمی میں پپیتا اس کے پتے اور اس کے رس کے استعمال سے پلیٹ لیٹ کی کمی دور ہوجاتی ہے۔

پیٹ کے کیڑے

کچے پپیتے کے دودھیا رس میں موجود معاون ہضم انزائم پاپائن پیٹ اور انتڑیوں کے کیڑوں کو ہلاک کرتا ہے۔ تازہ رس ایک کھانے کا چمچ اسی مقدار میں شہد اور تین یا چار کھانے کے چمچ گرم پانی بالغ فرد کیلئے ایک وقت کی خوراک ہے اس خوراک کے دو گھنٹے بعد 30 سے 60 ملی لیٹر کیسٹر آئل کو 250 سے 375 ملی لیٹر نیم گرم دودھ میں ملا کر پینا چاہیے۔ یہ عمل اگر ضروری ہو تو دو دن دوہرانے پر پیٹ کے کیڑے مار کر خارج کردیتا ہے۔ 7 سے 10 سال کے بچوں کو مذکورہ نسخہ آدھی مقدار میں دینا چاہیے۔ تین سے کم عمر بچوں کو چائے کا ایک چمچ ہی کافی ہے اس مقصد کیلئے پپیتے کے بیج بھی مفید ہیں ان میں ایک مادہ کیرسن پایا جاتا ہے جو پیٹ کے کیڑے خارج کرنے کی بہت مؤثر دوا ہے۔ اس کے پتوں میں موجود الکلائی کارپین بھی پیٹ کے کیڑوں کو ہلاک یا خارج کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں' اسکے پتے شہد کے ساتھ کھلائے جاتے ہیں۔

جلد کی بیماریاں

کچے پپیتے کا جوس جلد کی متعدد بیماریوں میں شفا بخش ہے اس کا بیرونی استعمال سوجن اتارنے، پیپ بننے سے روکنے، مسوں، پھنسیوں اور جلد کی غیر ضروری افزائش میں مطلوبہ نتائج دیتا ہے۔ اس کا جوس دھوپ کی وجہ سے چہرے پر پڑنے والی چھائیاں اور بھورے داغوں کو دور کرکے میک اپ کا کام دیتا ہے۔ اس کے استعمال سے جلد نرم اور ملائم ہوجاتی ہے۔ فنگس کی چھوت یا درد کے مرض میں بھی یہ جوس متاثرہ جلد پر لگانا مفید ہے۔

تقلب جگر

غذائیت کی کمی یا منشیات کے سبب سے جگر کا سکڑ جانا تقلب جگر کہلاتا ہے۔ اس مرض کے تدارک کیلئے پپیتے کے بیج زبردست اثر دکھاتے ہیں۔ بیجوں کو کچل کر حاصل کیا جانے والا جوس ایک کھانے کا چمچ دس قطرے تازہ لیموں کا جوس ملا کر ایک ماہ تک روزانہ ایک یا دو دفعہ پینا شافی علاج ہوتا ہے۔

گلے کی بیماریاں

کچے پپیتے کا جوس شہد ملا کر گلے کے سوجے ہوئے غدودوں پر لگانا خناق اور دیگر امراض سے نجات دیتا ہے۔ یہ پھولی ہوئی باخت کو تحلیل کرتا ہے اور انفیکشن کو بڑھنے سے روک دیتا ہے۔

تلی کا بڑھ جانا

پکا ہوا پپیتا تلی بڑھ جانے کی حالت میں مؤثر علاج بالغذا ہے۔ پپیتے کو چھیل کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر ایک ہفتے تک سرکہ میں پڑا رہنے دیں بعد ازاں اس محفوظ کیے ہوئے پھل میں سے 20 گرام دوپہر اور رات کے کھانے کے ساتھ استعمال کریں۔ کچے پپیتے کے ٹکڑے زیرے کے ساتھ روزانہ کھانے سے بڑھتی ہوئی تلی معمول پر آجاتی ہے۔ پپیتا کئی طرح استعمال کیا جاتا ہے اس کا پکا ہوا پھل ناشتے میں کھانے کے بعد پھلوں کے سلاد میں استعمال ہوتا ہے۔ اس سے مشروبات، جام اور آئس کریم کو ذائقہ دیا جاتا ہے۔ کچا پپیتا عام طور پر سبزی کی طرح پکایا جاتا ہے۔ کچے پھل کے خشک گودے کو گوشت گلانے، چیونگم، کاسمیٹکس اور ہیضے کی ادویات میں استعمال کیا جاتا ہے۔

هفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

زبانیں سرکاری مراعات سے زندہ نہیں رہتیں: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

گذشتہ ۱۰رجنوری ۲۰۲۲ء کو قومی اردو اساتذہ تنظیم کے زیر اہتمام یوم اردو اور الحاج غلام سرور صاحب کے یوم پیدائش کے موقع سے ایک ویب نار کا انعقاد کیا گیا، ویب نار کا افتتاحی اور کلیدی خطاب اردو میڈیا فورم بہار، کاروان ادب حاجی پور کے صدر اور اردو کارواں کے نائب صدر مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ کا تھا، اس موقع سے مفتی صاحب نے اردو تحریک کے حوالہ سے الحاج غلام سرور صاحب اور ان کے رفقاء کو خراج عقیدت پیش کیا، انہوں نے یہ بات کہی کہ بہار میں آج سرکاری سطح پر جو مقام اردو کو حاصل ہے اس میں الحاج غلام سرور پروفیسر عبدالمغنی، مولانا بیتاب صدیقی، قمر اعظم ہاشمی، محمد ایوب، ایڈووکیٹ عبدالقیوم لعل گنجوی اور ان کے رفقاء کی جدوجہد کا بڑا حصہ ہے، مفتی صاحب نے فرمایا کہ الحاج غلام سرور کو سچی خراج عقیدت یہ ہوگی کہ ہم اردو کی بقاء وتحفظ کے لیے کام کریں، نئی نسل میں اردو زبان کی تعلیم، اردو تہذیب اور محبت کو منتقل کرنے کے لیے کام کریں، اور خوب یاد رکھیں کہ زبانیں سرکاری مراعات سے نہیں بولنے، پڑھنے، پڑھانے سے زندہ رہتی ہیں ویب نار سے بہار پبلک سروس کمیشن کے معزز رکن جناب امتیاز احمد کریمی، انٹرمیڈیٹ بورڈ کے سابق نائب صدر پروفیسر مولانا مقیم احمد ندوی، ابوذر کمال الدین، ڈاکٹر شکیل احمد قاسمی، وغیرہ نے بھی خطاب کیا، پروگرام کا آغاز قاری ذکی انور عرفانی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، استقبالیہ کلمات اور تجاویز کی خواندگی جناب محمد رفیع صاحب نے کی، جناب ڈاکٹر منصور معصوم صاحب نے نظامت کے فرائض انجام دیے۔

یونیفارم سول کوڈ نافذ کرنے کا ابھی کوئی ارادہ نہیں: مرکز

مرکزی حکومت نے ملک میں یکساں سول کوڈ) یونیفارم سول کوڈ(نافذ کرنے کے معاملے میں دہلی ہائی کورٹ میں ایک حلف نامہ داخل کیا ہے۔ حلف نامہ کے مطابق مرکزی حکومت کا ابھی یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کا کوئی منصوبہ نہیں ہے۔ اس موضوع کی اہمیت اور اس سے متعلق حساسیت کو دیکھتے ہوئے مختلف طبقہ کے مختلف پرسنل قوانین کی دفعات کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ایڈووکیٹ اشونی اپادھیائے کی طرف سے دائر ایک عرضی کے جواب میں مرکزی حکومت نے کہا کہ اس نے لاء کمیشن سے درخواست کی ہے کہ وہ یکساں سول کوڈ سے متعلق مختلف مسائل کا جائزہ لے۔ لاء کمیشن کی رپورٹ کے بعد ہی مرکزی حکومت کوئی فیصلہ لے گی۔ حکومت نے اپنے حلف نامہ میں کہا کہ آئین کے آرٹیکل 44، جس کے تحت یکساں سول کوڈ کی بات کہی گئی، کا مقصد 'سیکولر ڈیموکریٹک ریپبلک کو مضبوط کرنا ہے، جیسا کہ آئین کے پریمبل میں ذکر کیا گیا ہے۔ یکساں سول کوڈ یعنی یونیفارم سول کوڈ کے تحت شادی بیاہ، طلاق، وراثت اور گود لینے جیسے عائلی قوانین کو بلا تفریق مذہب وملت یکساں بنانا ہے۔ یعنی پورے ملک میں ایک ہی قانون ہوگا اور کسی بھی مذہب یا طبقہ کا اپنا پرسنل لاء نہیں ہوگا۔ (بصیرت آن لائن ۹رجنوری ۲۰۲۲ء)

حج درخواستیں صرف ڈاک یا کوریر سے ہی قبول کی جائیں گی۔ چیرمین

بہار ریاستی حج کمیٹی کے چیئرمین الحاج محمد الیاس عرف سونو بابو نے کہا ہے کہ پورے ملک میں کورونا مریضوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر محکمہ داخلہ حکومت بہار کے ذریعہ جاری کردہ نئی گائڈ لائن کے مطابق کسی بھی سرکاری دفتر میں باہری لوگوں کے آنے پر پابندی عائد کردی گئی ہے۔ حکومت کی اسی گائڈ لائن کے پیش نظر حج بھون پٹنہ میں باہر سے آئے ہوئے لوگوں کے ذریعہ پُر شدہ حج درخواست فارم ہاتھوں ہاتھ جمع کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ پُر شدہ حج درخواست فارم صرف ڈاک یا کوریر کے ذریعہ ہی قبول کیا جائے گا۔ حکومت بہار کے ذریعہ جاری کردہ اس گائڈ لائن پر عمل کرنا تمام لوگوں کے لئے لازمی ہے۔ موصوف نے اپیل کی ہے کہ حج کے خواہشمند ایسے افراد جنہوں نے حج 2022 کے لئے اپنا حج درخواست فارم اب تک آن لائن نہیں بھرا ہے وہ آخری تاریخ کا انتظار کئے بغیر جلد از جلد اپنا حج درخواست فارم آن لائن پُر کرلیں۔ درخواست آن لائن بھیجنے کے بعد اس کی ہارڈ کاپی بھی منسلک دستاویزات کے ساتھ بہار ریاستی حج کمیٹی کے دفتر حج بھون پٹنہ (34 علی امام پتھ، ہارڈنگ روڈ، پٹنہ 800001) کے پتہ پر ڈاک یا کوریر کے ذریعہ ارسال کردیں تاکہ ان کا کور نمبر جاری کیا جاسکے۔

ایک خدارسیدہ خاتون کی رحلت

نہایت ہی دکھ کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ امارت شرعیہ پھلواری شریف کے رکن شوریٰ اور شہر سوپول کی با اثر شخصیت جناب محمد حسان الحق صاحب کی والدہ ماجدہ محترمہ طاہرہ خاتون ۸۰ رسال کی طبعی عمر پاکر ۷رجنوری ۲۰۲۲ء کو رب ذوالجلال سے جاملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بڑی پاکیزہ سیرت کردار اور صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں، بزرگان دین سے عقیدت مندانہ تعلق رکھتی تھیں، ان کا امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ اور خانقاہ رحمانی مونگیر کے علماء وصلحا سے قلبی لگاؤ تھا، جب کبھی یہاں کے اکابر کا سوپول کے علاقوں کا سفر ہوتا تو یہ حضرات ان کے دولت کدہ پر ضرور تشریف لے جاتے اور مرحومہ ان بزرگوں کی ضیافت ومہمان نوازی کو باعث شرف سمجھتی اور خاطر ومدارات کرتیں، ان کا پورا گھرانہ صلحاء سے عقیدت مندانہ تعلق رکھتا ہے۔ ایسے صاحب کردار خاتون کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ایک بڑا سانحہ ہے اللہ مرحومہ کو جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر وثبات کی توفیق بخشے۔ ان کے وصال پر دفتر امارت شرعیہ کے جملہ ذمہ داران وکارکنان نے دلی صدمے کا اظہار کیا اور مرحومہ کے لئے مغفرت اور بلندی درجات کی دعائیں کیں۔ قارئین نقیب سے بھی دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

Volume:62/72,Issue:03 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/61

خواب کی تعبیر پر اصرار ہے جن کو ابھی
پہلے ان کو خواب سے بیدار ہونا چاہیے (ظفر اقبال)

ہندوستان کا موجودہ معاشی منظر نامہ

صفی اختر، نئی دہلی

اس وقت پورا ملک مٹھی بھر سرمایہ کاروں کی اندھادھند ترقی اور شرح پیداوار میں اضافہ پر بغلیں بجا رہا ہے اور یہ سمجھا یا جارہا ہے کہ ملک اقتصادی اعتبار سے کافی فارغ البال ہوگیا ہے۔ اس وقت کارپوریٹ ہاؤسز نے سماج میں دولت کا توازن بگاڑ دیا ہے۔ امیر و غریب کے درمیان تفریق کی دیواریں اونچی ہوتی جارہی ہیں۔ حیرت ہے کہ ایک جمہوری ملک میں انصاف، مساوات اور معاشرتی وحدت کو کس طرح خیرباد کہہ دیا گیا ہے؟ سخت گیر ہندوتو انظریات کی حامل حکمراں جماعت کا دعویٰ ہے کہ مودی حکومت، ملک کو ترقی کی نئی راہوں کی طرف لے جارہی ہے، لیکن ملک اس وقت بے روزگاری کی اپنی ریکارڈ سطح پر ہے اور ہر چہار طرف مہنگائی کا بول بالا ہے۔

آج ہندوستان کی ایک فیصد آبادی کے ہاتھ میں ہندوستان کی 33/فیصدی دولت ہے۔ سب سے غریب 50/فیصد آبادی کے ہاتھ میں 6/فیصد وسائل ہیں، جبکہ 2014 سے قبل غیر منظم سیکٹر کا حصہ 52/فیصدی ہوا کرتا تھا۔ جہاں بھی نظر ڈالیں، سرمایہ داروں کا غلبہ نظر آئے گا، یہ کیا ہورہا ہے؟ حالیہ دنوں میں شائع ہونے والی ورلڈاِن ایکولٹی رپورٹ 2022 (World Inequality Report, 2022) کے مطابق ہندوستان سب سے زیادہ غربت زدہ اور نابرابری والا ملک ہے، جہاں اونچی 10/فیصدی آبادی، آمدنی کے 57/فیصدی حصہ پر قابض ہے، جبکہ نچلی 50/فیصدی آبادی، محض 13/فیصدی وسائل کے ساتھ زندگی گزر بسر کرنے پر مجبور ہے۔

مذکورہ رپورٹ کے مطابق گلوبل آمدنی میں بھی گراوٹ درج کی گئی ہے، جہاں امیر ترین ممالک میں نصف فیصد گراوٹ تسلیم کی گئی ہے، وہیں کم آمدنی والے ملکوں میں نصف فیصد سے بھی زائد آمدنی میں تنزلی پائی گئی۔

اس رپورٹ کو ماہر اقتصادیات، ورلڈاِن ایکولٹی لیب (World Inequality Lab)، لوکس چنسل (Lucas Chancel) اور گیبریل زک مین (Gabriel Zucman)، ان کے ساتھ ساتھ معاشیات کے ماہرین تھامس پکیٹی (Thomas Picketty) اور ایمانوئل سیز (Emmanuel Saez) نے تیار کی ہے۔

ہندوستان کے قومی انکم کے مقابلے میں مڈل کلاس کی اوسط دولت 7,23,930/روپے یا 29.5% ہے، جبکہ ٹاپ 10/فیصد کی اوسط دولت 63,54,070/روپے یا 65% ہے، وہیں ٹاپ ایک فیصد کی اوسط دولت فی کس 3,24,49,360/روپے یا 33% بنتی ہے۔ سال 2021 میں ملک کی بالغ آبادی کی اوسطاً سالانہ آمدنی 2,04,200/روپے ہے، وہیں نچلے 50/فیصدی کی سالانہ آمدنی تقریباً 53,610/روپے ہوتی ہے، جبکہ ٹاپ 10/فیصدی کی سالانہ آمدنی نچلے 50/فیصدی کے مقابلے 20/گنا زیادہ ہے، جو تقریباً 11,66,520/روپے ہے۔

ہمارے ملک کی مجموعی گھریلو دولت 9,83,010/روپے ہے، جس میں نچلی 50/فیصدی آبادی کی گھریلو دولت محض 66,280/روپے ہے، جو 6% بنتی ہے۔ ملک کے ٹاپ 10/فیصدی اور نچلی 50/فیصدی آبادی کے ذریعہ دیئے جانے والے ٹیکس سے ہونے والی کمائی سال 2014 کے لگ بھگ برابر ہے۔

رپورٹ کے مطابق سرکاری اعداد و شمار پر اعتماد کرنا بے حد مشکل ہوگیا ہے۔ اس کی وجہ ڈیٹا کی کمی اور جمع کیے ہوئے ڈیٹا میں کوالٹی کا فقدان ہے۔

نیتی آیوگ (NITI Aayog) نے حالیہ دنوں میں Multi-dimentional Poverty Index یا MPI جاری کیا تھا، جس میں ملک کے اندر ہر چوتھا شخص Multi-dimensionally غریب ہے۔ بہار کا تناسب تو سب سے زیادہ 51.91%، جھارکھنڈ 42.16%، جبکہ اترپردیش 37.79% ہے۔ محنت کش خواتین کی حصہ داری کے معاملہ میں ہندوستان سب سے پچھڑا ہوا ملک ہے، جہاں محض ملک کی آبادی میں 18% خواتین ہی لیبر مارکیٹ میں موجود ہیں۔ ہندوستان میں خواتین کی آبادی کا تناسب 48% ہے، جبکہ لیبر مارکیٹ میں محض 18/فیصد خواتین شامل ہیں۔

مذکورہ رپورٹ کے مطابق معاشی اصلاحات اور لبرلائزیشن کا سب سے زیادہ فائدہ ٹاپ ایک فیصد آبادی کو ہوا ہے۔ نجی دولت میں سب سے زیادہ اضافہ ابھرتے ہوئے ممالک میں پایا گیا، اور ہندوستان کا مقام ٹاپ تین ملکوں میں آتا ہے، ہندوستان میں نجی دولت میں تقریباً 560/فیصد اضافہ سال 2020 میں پایا گیا، جو سال 1980 کی دہائی میں 290 فیصد تھا۔

رپورٹ میں ارب پتیوں پر معمولی ترقی پسند ٹیکس لگانے کی تجویز پیش کی گئی۔ دولت کے ارتکاز کی بڑی مقدار کو دیکھتے ہوئے معمولی ترقی پسند ٹیکس حکومتوں کے لیے اہم محصولات (Revenues) پیدا کر سکتے ہیں۔

''عالمی عدم مساوات لیب 2021'' کی رپورٹ کے مطابق ہندوستان کی غیر مساوی صحت کی دیکھ بھال کی رپورٹ اس سال کے شروع میں جاری کی گئی، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سماجی و اقتصادی عدم مساوات، صحت کے شعبہ میں بھی پایا جاتا ہے اور ''یونیورسل ہیلتھ کوریج'' کی عدم موجودگی کی وجہ سے پسماندہ طبقات کی صحت کے نتائج کو غیر متناسب طور پر متاثر کرتی ہے۔

ایک طرف کارپوریٹ گھرانے اپنے اکزیکیٹیو کو ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے ماہانہ تنخواہیں دیتے ہیں تو دوسری طرف کی صورت حال یہ ہے کہ بے روزگاری اپنے شباب پر ہے CMIE کے مطابق ملک میں بے روزگاری کی شرح پچھلے 45/سالوں میں سب سے زیادہ ہے۔ ملک کی معاشی زبوں حالی کے لیے بدعنوانی (Corruption) ذمہ دار ہے۔ انتظامیہ کی جانب داری اور اقلیتوں کی سیاسی بے اثری کی مثالیں ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں اکثر دیکھنے کو مل جاتی ہیں۔ سابق کابینی سکریٹری ظفر سیف اللہ نے ایک بار معروف ٹی وی اینکر و جرنلسٹ رجت شرما کے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ انتظامیہ کا امتیازی رویہ یا جانبدارانہ رویہ (Discrimination) اتنی مہارت سے برتے جاتے ہیں کہ اسے ثابت کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

اگرچہ مارکیٹ پر مبنی نظام میں کچھ حد تک عدم مساوات ناگزیر ہوسکتا ہے، لیکن بے انتہا تفریق کے دوررس نتائج مضر ہوسکتے ہیں۔ حالیہ برسوں میں سب سے زیادہ نظر آنے والی سیاست کا پولرائزیشن اور بالخصوص ہمارا ملک محض انتخابی نتیجے کی بنیاد پر پاپولزم کو حمایت دیتا ہے جو قطعاً مناسب نہیں۔

یہ صرف معاشی انصاف کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک جمہوری مسئلہ ہے۔ جمہوری کلچر کو فروغ دینے کے لیے جہاں ریاست پابند عہد ہے وہیں ہمارے ملک میں ارتکاز دولت کے ذریعہ جمہوریت کا گلا گھونٹا جارہا ہے۔ ہمارے ملک کے اندر چند ہاتھوں میں بے پناہ دولت کا ارتکاز ہونے کے باوجود یہ ضروری نہیں ہے کہ جو لوگ کام نہیں بھی کررہے ہوں، یعنی بے روزگاری اپنی ریکارڈ سطح پر ہو کہ ملک کی اقتصادی حالت بہت جلد تباہ کن موڑ پر پہنچ جائے۔ دراصل غربت کی شرح کے لیے ریکارڈ درج کرنے کی خاطر جو پارامیٹرز (Parameters) ہیں، وہی اپنے آپ میں دھوکہ اور فریب کا منظر ہمارے سامنے پیش کرجاتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق یقیناً حالات بہت سنگین دوراہے پر کھڑے ہیں، لیکن عدم مساوات کے ذریعہ امیر ترین لوگوں کے اندر بھی ایک مسابقتی ذہنیت کو جنم دیتا ہے، جہاں مزید ارتکاز دولت کی ہوس بڑھتی چلی جاتی ہے۔ بہرحال معاشی اصلاحات کی سخت ضرورت ہے، جس سے غریب عوام کو براہ راست اس کا فائدہ پہنچے۔ اجرت میں اضافہ، انکم ٹیکس کے محصولات میں وسعت دی جائے، کام کرنے والے خاندانوں کے لیے اثاثے (Assettes) بنائے جائیں، تعلیم اور صحت کے شعبے میں زیادہ سے زیادہ انوسٹمنٹ کیا جائے، بڑے شہروں میں رہائش کے اندر علاحدگی پسندی کے رجحان کو ختم کیا جائے، ان سب جہات سے اقدامات کی شدید ضرورت ہے، لیکن ان پالیسیوں کو ترجیحات کے درجے میں رکھنے کے لیے سرکار کے علاوہ سول سوسائٹی، رائے دہندگان اور غربت کے انسداد کے لیے کوشش کرنے والے اداروں کے اقدامات پر موقوف ہے، جہاں ایک منصفانہ اور جامع معاشی معاشرہ کا خواب دیکھ رہے ہیں، تاکہ برسوں سے قائم اسٹیٹس کو (Status Quo) کو ختم کیا جاسکے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطه اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

(منیجر نقیب)

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna # 9473371988

Scanned with CamScanner